ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت
ملتان

(11) ذیقعد 1430ھ —— نومبر 2009ء

بیاد

سید عطاء المحسن بخاریؒ: ایک ضربِ کلیمانہ

یادگارِ اکابر: مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلویؒ

لسان العصر شاہ بلیغ الدینؒ

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے بھارتی بیٹے

آتش تاثیر کا سوانحی ناول

STANGER TO HISTORY

نورِ ہدایت

القرآن

"اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے جو ایسے ہیں کہ انھوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے۔ ان کو اور دوسرے کفار کو دوست نہ بناؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔" (المائدہ 58,57)

الحدیث

"حضرت قیس بن شماسؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت جس کو اُم خلادؓ کہتے ہیں، اپنے چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معلوم کرے کہ اس کا جو بیٹا جہاد میں قتل ہو گیا تھا، اس کا آخرت میں کیا درجہ ہے؟ بعض لوگوں نے اس سے کہا کہ جوان بیٹے کی موت کے حادثۂ فاجعہ کے ہوتے ہوئے بھی تم نقاب وحجاب کے ساتھ آئی ہو۔ اس نے کہا کہ میرا بیٹا مارا گیا ہے، میری حیا تو نہیں ماری گئی۔" (ابوداؤد)

الآثار

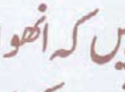

"مسلمانو! مرزائیوں کے فریب سے بچو۔ دھوکہ اور تاویل ان کے دجل کی بنیاد ہے۔ ان کے دھوکے میں مت آنا۔ ان کی تاویلوں کے جال میں مت پھنسنا۔ ان کا سارا دجل مرزا غلام احمد کو نبی منوانے کے لیے ہے۔ غیر محرم عورتوں سے مٹھیاں بھروانے والا تو ایک شریف آدمی بھی نہیں ہو سکتا۔

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نجران سے عیسائیوں کا وفد آیا اور انھوں نے جناب سیدنا مسیح مقدس عیسیٰ ابن مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں حضور علیہ السلام سے گفتگو کرتے ہوئے ضد کی تو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھانے کے لیے ان عیسائیوں کو یوں ہدایت فرمائی۔ ارشاد فرمایا:

اَلَسْتُم تعلمونَ اَنَّ رَبَّنَا حیّ لَا یَمُوْتُ وانَّ عیسیٰ یَأتی عَلیہِ الفناءُ (الحدیث)

تم نہیں جانتے، اللہ زندہ ہے مرے گا نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو موت آئے گی۔

اور یہودیوں کو فرمایا: ان عیسیٰ لم یَمُت وَاِنّہ راجع الیکم قبل یوم القیامہ (الحدیث)

تحقیق عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں وہ تمہاری طرف قیامت سے پہلے لوٹیں گے۔

ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس تک تو مرے نہیں تھے پھر کب مرے؟ یہ مرزائی دجال بتائیں۔

محسن احرار حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 20 شمارہ 11 ذیقعد 1430ھ / نومبر 2009ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

تشکیل

دل کی بات:	زرداری، نواز ملاقات اور ملک کے بدترین حالات	مدیر	2
شذرات:	مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلویؒ / شاہ بلیغ الدین	مدیر	4
دین و دانش:	اللہ اکبر	شاہ بلیغ الدین	6
//	ضرورتِ نبوت	مولانا عبدالحق چوہانؒ	8
شاعری:	ریگِ عرب نے کھولی حقیقت سراب کی (نعت)	عابد صدیق مرحوم	11
//	اقبال سے ہم کلامی	شورش کاشمیری	12
//	گلہائے رنگا رنگ	پروفیسر محمد اکرام تائب	13
افکار:	سیٹو سنٹو معاہدوں سے کیری لوگر بل تک	پروفیسر خالد شبیر احمد	14
//	کینسر	اوریا مقبول جان	18
//	اور اب رسالت کا قانون!	انور غازی	21
//	آہ بے چاری شریعت! اپنے بھی خفا مجھ سے	عبدالرشید ارشد	24
//	آتش تاثیر کا سوانحی ناول	محمد نعیم مرزا	28
شخصیات:	سید عطاء المحسن بخاریؒ: ایک ضربِ کلیمانہ	ڈاکٹر محمد عمر فاروق	32
//	یادگارِ اکابر: مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلویؒ	حافظ تنویر احمد شریفی	36
خصوصی مطالعہ:	"سیدی و ابی"	محمد مجاہد سید	40
//	ایک عہد ساز شخصیت کا مستند سوانحی تذکرہ	پروفیسر حفیظ الرحمٰن خان	43
ردِّ قادیانیت:	کوٹلی میں قادیانیوں کی دہشت گردی	محمد مقصود کشمیری	45
نقد و نظر:	جناب ارشاد احمد حقانی بنام فتح خان..... ایک وضاحت	شکیل عثمانی	48
الافتاء:	رکوع و سجدہ سے معذور شخص کے لیے نماز پڑھنے کا صحیح طریقہ / موبائل فون کے بارے میں چند مسائل	ڈاکٹر مفتی عبدالواحد	50
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب جاوید اختر بھٹی، صبیح ہمدانی	میم الف میم	51
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام کی سرگرمیاں	ادارہ	55

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیرجی

سید عطاء المہیمن بخاری

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

رفقائے فکر

عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد

مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق

قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

آرٹ ایڈیٹر

محمد الیاس

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ---- 200/- روپے

بیرون ملک ---- 1500/- روپے

فی شمارہ ---- 20/- روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل چوک مہربان ملتان

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

www.mahrar.com

majlisahrar@hotmail.com

majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات　　　مدیر

زرداری، نواز ملاقات اور ملک کے بدترین حالات

26/اکتوبر کو صدر آصف علی زرداری اور مسلم لیگ کے قائد نواز شریف کی ایوانِ صدر میں ملاقات کا ایجنڈا کیا تھا؟ یہ ملاقات کس کے ایماء پر ہوئی اور دو بڑی سیاسی جماعتوں کے قائدین کے درمیان کیا معاملات طے ہوئے؟ یہ راز تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہی منکشف ہوگا لیکن الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا نے جو معلومات فراہم کی ہیں اُن کے مطابق دونوں رہنماؤں میں یہ طے پایا ہے کہ:

(1)　58۔ٹو،بی اور سترہویں ترمیم کو جلد ختم کر دیا جائے گا اور صدارتی اختیارات کم کر کے توازن قائم کیا جائے گا۔

(2)　آئین میں غیر جمہوری ترامیم ختم کر دی جائیں گی۔

(3)　این آر او پر نواز شریف نرم رویہ اختیار کریں گے۔

(4)　کیری لوگر بل پر اسمبلی میں بحث نہیں ہوگی۔

(5)　نواز شریف موجودہ حکومت گرانے کی کسی سازش کا حصہ نہیں بنیں گے۔

ان معاملات پر زبانی وعدے ہوئے اور صدر زرداری نے حسبِ سابق اپنے وعدے پورے کرنے کی یقین دہانی کرائی۔ ان امور کی انجام دہی کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں کی گئی۔ اس ملاقات میں نواز شریف بار بار صدر زرداری کو میثاقِ جمہوریت (لندن) اور معاہدۂ مری پر عمل درآمد کے لیے زور دیتے رہے۔ تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ زرداری اور نواز شریف کے درمیان طویل وقفے کے بعد ہونے والی یہ ملاقات ترک وزیراعظم طیب اردگان اور جان کیری کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ انہی دنوں ترک وزیراعظم نے سینٹ اور قومی اسمبلی کے مشترکہ اجلاس سے بھی خطاب کیا اور ساتھ ہی امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن دو دن کے لیے پاکستان پہنچ گئیں۔

صدر زرداری نے نواز شریف کے کھانے کے لیے سندھ سے خصوصی طور پر تیتر منگوائے اور سری پائے بھی کھلائے جبکہ قوم آٹے اور چینی کو ترس رہی ہے۔

سیاست بے ضیافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
ڈنر چالو رہیں جس میں سیاست اس کو کہتے ہیں

پاکستان میں سیاست دانوں کے درمیان اتفاق رائے اور وعدے پورے کرنے کی یقین دہانیاں ''معمول کی مشقیں'' ہیں۔ جن معاملات پر اتفاق رائے ہوا ہے، وہ ہوا نہیں کرایا گیا ہے۔ جس طرح پرویز مشرف اور بے نظیر کے

درمیان این آر او پر اتفاق کرایا گیا۔ اب کیری لوگر بل پر بحث کے خاتمے پر بھی اتفاق کرا دیا گیا ہے۔

اس وقت ملک جن پریشان کن اور خطرناک حالات سے دوچار ہے یقیناً اس کے ذمہ دار موجودہ حکمران ہی ہیں۔ جی ایچ کیو، لاہور کے تین پولیس اسٹیشنوں اور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں دہشت گردوں کے حملے اور بم دھماکے دیکھ کر لگتا ہے کہ ملک میں کوئی حکومت نہیں۔ سوات آپریشن کے بعد اب وزیرستان آپریشن شروع ہے۔ حکمرانوں کا کہنا ہے کہ دہشت گرد سوات سے نکل کر وزیرستان پہنچ گئے ہیں۔ ہمارے خیال میں تو وہ پورے ملک میں پھیل گئے ہیں۔ لاہور، کوئٹہ، کراچی اور پشاور میں تسلسل کے ساتھ ہونے والے دہشت گردی کے واقعات، خودکش دھماکے اور ٹارگٹ کلنگ اس کا بین ثبوت ہیں۔ پشاور کے مینا بازار میں حالیہ دھماکے میں سو بے گناہ عورتوں، بچوں اور جوانوں کا جاں بحق ہونا ہیلری کلنٹن کے حالیہ دورۂ پاکستان کا شاخسانہ معلوم ہوتا ہے۔ حکومت کہاں کہاں آپریشن کرے گی؟ وطن عزیز ایک ناکام ریاست کا منظر پیش کر رہا ہے اور یہی عالمی استعمار کا ہدف اور سازش ہے۔ سہالہ پولیس سنٹر میں امریکن مسلح فورسز کے سنٹر کا قیام، اسلام آباد اور کراچی میں امریکن سفارت خانوں کی توسیع کے لیے زمینوں کی خریداری کے بعد اب لاہور میں امریکن قونصلیٹ کے لیے عمارتوں اور زمین خریدنے کی کوششیں، عالمی دہشت گرد مسلح امریکی فورس ''بلیک واٹر'' کی سرگرمیاں پاکستان میں دس ہزار امریکیوں کی موجودگی یہاں امریکیوں کے طویل قیام کی منصوبہ بند سازش نہیں تو اور کیا ہے؟

ادھر گزشتہ دنوں اسلام آباد میں اہم سرکاری و غیر سرکاری عمارتوں کی تصاویر بنانے والے چار مسلح امریکی باشندے گرفتار ہوئے لیکن ڈیڑھ گھنٹے بعد رہا کر دیئے گئے۔ اخباری خبر کے مطابق یہ امریکی افراد افغان باشندوں کے روپ میں تھے۔ ان کی گاڑیوں کی نمبر پلیٹیں بھی جعلی تھیں۔ ان سے رائفلیں، پستول اور دیگر اسلحہ کے ساتھ دستی بم بھی برآمد ہوئے۔ دفاعی تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ بدنام زمانہ دہشت گرد امریکی تنظیم بلیک واٹر نے پاکستان میں اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ امریکہ نے موجودہ حکمرانوں کو پابند کر دیا ہے کہ وہ کسی امریکی کو پاکستان میں چیک نہیں کر سکتے۔ سیاسی قیادت محلاتی سازشوں میں مصروف ہے اور عوام سے اس کا کوئی رابطہ نہیں۔ ہماری دیانت دارانہ رائے ہے کہ موجودہ حالات کی تمام تر ذمہ داری حکمرانوں اور سیاست دانوں پر عائد ہوتی ہے۔ حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف دونوں اس کے ذمہ دار ہیں۔ ورنہ نواز شریف باہر نکلیں، عوام میں آئیں اور ملک کو بچائیں۔ نواز شریف، آئین میں غیر جمہوری ترامیم کے خاتمے کی بات تو کرتے ہیں انھیں اسلامی قوانین خصوصاً توہین رسالت ایکٹ اور امتناعِ قادیانیت ایکٹ کے تحفظ کی بھی بات کرنی چاہیے۔ عوام عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ بم دھماکوں، خودکش حملوں اور ٹارگٹ کلنگ نے ہر شہری کو خوفزدہ کر دیا ہے۔ قومی قیادت کے دعوے دار کب قوم کی رہنمائی کریں گے اور ملک کو مسائل کے بھنور سے نکالیں گے؟

☆☆☆

مولانا سید اخلاق حسین قاسمی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

معتبر عالم دین، مفسر قرآن اور نامور مصنف مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی 13 را کتوبر 2009ء کونماز عشاء کی ادائیگی کے دوران انتقال کر گئے۔ مرحوم کی عمر نواسی سال تھی۔ وہ دارالعلوم دیو بند کے فاضل اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے شاگرد تھے۔ تحریک آزادی میں جمعیت علماء ہند کے اسٹیج سے بھر پور حصہ لیا اور دمِ واپسیں جمعیت علماء دہلی کے صدر تھے۔ مدرسہ عالیہ فتح پوری مسجد دہلی کے مہتمم اور مدرسہ حسین بخش کے خطیب تھے۔ خطابت میں سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین تھے۔ سو کے قریب تصانیف ہیں۔ جن میں مستند موضح القرآن، اخلاقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، مولانا ابوالکلام آزاد کی قرآنی بصیرت، محاسن موضح القرآن، مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دلّی کی برادریاں اہم کتابیں ہیں۔

1949ء میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر اُن کے فرزند مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا قاسمی مرحوم کی کتاب مسئلہ حیات النبی شائع کی اور ملک بھر میں تقسیم کی۔

13 را کتوبر کی رات کراچی سے محترم مولانا تنویر احمد شریفی نے ان کے انتقال کی اطلاع کی تو دل بجھ گیا اور ذہن اُن کی یادوں میں کھو گیا۔ غالباً 1990ء میں وہ پاکستان تشریف لائے تو لاہور سے مولانا سعید الرحمٰن علوی (رحمہ اللہ) کے ہمراہ ملتان بھی تشریف آوری ہوئی۔ دارِ بنی ہاشم میں ایک دن اور ایک رات قیام کے دوران اُن کی علمی وادبی مجلس میں ایک طالب علم کی حیثیت سے بیٹھنے اور استفادے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ ابناء امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاری اور حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری (رحمہم اللہ) سے اُن کی علمی گفتگو سن کر دل میں بے پناہ احترام پیدا ہو گیا تھا۔ پُر وقار اور مدلل گفتگو اپنے موضوع پر کمال دسترس اور گرفت تھی۔ نہایت سادہ، بے تکلف، ہنس مُکھ اور وضع دار انسان تھے۔ نماز مغرب کے بعد مجھے حکم فرمایا کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ کے مزار پر لے چلو۔ تعمیل ارشاد کی اور موٹر سائیکل پر بٹھا کر مزار پر لے گیا۔ وہ کچھ دیر وہاں ٹھہرے مگر امیر شریعت سے اُن کی محبت ان کی آنکھوں سے آنسو بن کر موتیوں کی طرح ٹپک رہی تھی۔ مولانا مرحوم ملتان سے لاہور تشریف لے گئے تو اگلے روز راقم بھی لاہور پہنچ گیا۔ یہاں بھی اُن کے خطاب اور نجی مجالس سے بھر پور استفادہ کیا۔ اُن کے حلقۂ ارادت میں ہر طبقہ کے لوگ شامل ہیں۔ مگر خاص طور پر کراچی سے اُن کے ہم سبق حضرت مولانا قاری شریف احمد مدظلہ، ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری، قاری رشید احمد، حافظ تنویر احمد شریفی، نعمان محمد امین اور مولانا محمد عاصم زکی نے مولانا کے انتقال پر دلی غم کا اظہار کیا ہے۔

مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے اپنی جماعت کی طرف سے مولانا قاسمی کی رحلت پر اُن کے لواحقین سے اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے مغفرت کی دعا کی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ مولانا قاسمی کے درجات بلند فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ (آمین)

شاہ بلیغ الدین رحمتہ اللہ علیہ:

ملک کے نام ور محقق، ممتاز مذہبی سکالر اور منفرد خطیب، شاہ بلیغ الدین 11 ر اکتوبر 2009ء کو ٹورانٹو (کینیڈا) میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم، حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم انٹرمیڈیٹ کالج ورنگل سے حاصل کی۔ بی اے جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن اور ایم اے۔ ایل ایل بی جامعہ کراچی سے کیے۔ قیامِ پاکستان کے بعد کراچی میں بہادر یار جنگ اسکول قائم کیا۔ سیرت فاؤنڈیشن کے صدر اور مرحوم ضیاء الحق کے دور میں قومی اسمبلی کے رکن رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں زبان و بیان اور تحریر کی بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ سیرتِ طیبہ، سیرتِ اصحاب و ازواجِ رسول علیہم الرضوان اور تاریخِ اسلام ان کے من بھاتے موضوعات تھے۔ اُن کی تقریر اور تحریر ایک جیسی تھی۔ صاحب طرز ادیب اور منفرد لہجے کے خطیب تھے۔ برس ہا برس ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر چھائے رہے۔ اس میدان میں اُن کی کوئی حریف نہ تھا۔ ''روشنی'' اُن کا مقبول ترین پروگرام تھا۔ نپی تلی باتیں، مختصر مگر مسجع و مقفّٰی جملے، دل کش اندازِ بیان اور مستند واقعات جنھیں سننے کے لیے لوگ بے تاب رہتے تھے۔ اُن کی ریڈیائی اور ٹی وی تقاریر کے چار مجموعے ''روشنی''، ''تجلی''، ''رزمِ حق و باطل'' اور ''طوبیٰ'' کے عنوانات سے شائع ہو چکے ہیں۔

ملکی حالات سے دل برداشتہ ہو کر چند برس قبل وہ کراچی چھوڑ کر کینیڈا میں رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ انھوں نے امریکہ، کینیڈا، فرانس، آسٹریلیا اور دیگر ملکوں میں اپنی منفرد خطابت کے ذریعے سیرتِ طیبہ کی روشنی پھیلائی۔ 12 ر اکتوبر کے روزنامہ ''جنگ'' لاہور میں اُن کے انتقال کی دوسطری خبر پڑھ کر دل کو دھچکا لگا۔ انھیں ٹورانٹو میں ہی سپرد خاک کیا گیا۔ ان کے بعض مسودات طباعت کے لیے تیار تھے۔ امید ہے شاہ صاحب کے لواحقین اُن کی اشاعت کا ضرور کوئی انتظام فرمائیں گے۔

حق تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

اللہ اکبر

شاہ بلیغ الدین مرحوم*

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن حُذافہ جس دستے کے سالار تھے، اس کے ایک مجاہد کو پکڑ کر زیتون کے کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے گوشت ہڈیوں سے الگ ہوگیا۔ عجیب دلدوز منظر تھا۔ دیکھنے والے کے لیے صبر کرنا مشکل تھا، لیکن حضرت عبداللہ اور ان کے اُسی بیاسی ساتھی یہ منظر دیکھنے پر مجبور کیے گئے اور ان سے کہا گیا کہ......تمہارا بھی یہی حشر ہونا ہے!

ابنِ عساکر اور بیہقی نے لکھا ہے کہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمان شام کے علاقے فتح کرتے جا رہے تھے کہ ان کا ایک فوجی دستہ دشمن کے ہاتھوں میں پھنس گیا۔ رومی اس زمانے میں سب سے بڑی قوت تھے لیکن میدانِ جنگ میں لا الٰہ کے مستانوں پر حاوی نہ ہوسکتے تھے۔ اب جو چند اللہ والے پکڑے گئے تو انھوں نے سوچا کہ ......اگلے پچھلے تمام بدلے ان سے چکالیں۔

حضرت عبداللہ بن حُذافہ رضی اللہ عنہ اپنی ٹکڑی کے سردار تھے۔ سب سے پہلے ان سے کہا گیا کہ......تمہارے چھوٹنے کی ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ تم عیسائی بن جاؤ! جواب ملا......یہ تو ممکن نہیں! کہا گیا......اگر یہ ممکن نہیں تو مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ! حضرت عبداللہ نے کہا......تمہارا فیصلہ منظور ہے! جان دے سکتا ہوں لیکن ایمان نہیں بیچ سکتا! رومی جنرل نے ان کے ایک ساتھی کو بلایا......پوچھا......تم عیسائی بننے کے لیے تیار ہو؟ جواب ملا......نہیں! جنرل نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ......اسے اٹھاؤ اور گائے کے پیٹ میں ڈال دو! سامنے پیتل کی بنی ہوئی ایک بڑی گائے کھڑی تھی۔ اس کے پیٹ کے نیچے نہ جانے کتنی لکڑیاں جل رہی تھیں کہ ساری گائے سرخ انگارہ بنی ہوئی تھی۔ اس کی پیٹھ کھلی ہوئی تھی اور پیٹ کھولتے ہی زیتون کے تیل سے جہنم زار بن گیا تھا۔ اُسد الغابہ میں ہے ابنِ حُذافہ کے ساتھی تیل میں بھن کر فوراً شہید ہوگئے۔ ایک مرتبہ پھر رومی جنرل نے ان سے کہا......اس انجام کو دیکھ لو اور سنبھل جاؤ! اگر اب بھی تم نے حکم کی تعمیل نہ کی اور اپنا مذہب نہ بدلا تو لمحوں میں تمہیں بھی گائے پر قربان کر دیا جائے گا۔ جواب ملا......کوئی پروا نہیں۔ تم اپنے دل کی آگ

* انتقال: 11/اکتوبر 2009ء ٹورانٹو، کینیڈا

ٹھنڈی کرلو مگر یہ بات بالکل بھول جاؤ کہ ہم میں سے کوئی بھی اسلام چھوڑ سکتا ہے۔ ان کی بات ختم ہوئی تھی کہ رومی جنرل کڑ کا...... اٹھاؤ اور اسے بھی گائے کے پیٹ میں بھسم کردو! حضرت عبداللہ بن حُذافہ کو اٹھایا گیا تھا کہ بے اختیار ان کے رخساروں پر آنسو بہنے لگے۔ جنرل نے اپنے سپاہیوں کو روک دیا اور عبداللہ بن حُذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا...... آخر ہمت جواب دے گئی اور جان کی محبت نے رُلا دیا؟

حضرت عبداللہ بن حُذافہ سہمی رضی اللہ عنہ ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے۔ حبشہ کی طرف مسلمانوں کے دوسرے قافلہ نے ہجرت کی تو حضرت عبداللہ بھی مکہ چھوڑ کر جانے والوں میں شامل تھے۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینۃ النبی ہجرت کی تو وہ بھی وہاں پہنچ گئے۔ 6 ہجری میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے مختلف بادشاہوں کے نام اسلام لانے کے لیے خطوط بھیجے تو صحیح بخاری میں ہے کہ ایک خط پہنچانے کی سعادت انھیں بھی حاصل ہوئی۔ رومی جنرل نے جب انھیں طعنہ دیا تو انھوں نے کہا...... ظالم! تو کیا جانے کہ میں کیوں رورہا ہوں؟ مجھے تو یہ خیال ستا رہا ہے کہ بس ایک ہی بار اللہ کی راہ میں شہادت پانے کا موقع ملے گا۔ کاش! میرے ہر بال میں ایک جان ہوتی۔ تم بار بار مجھے کھولتے ہوئے تیل میں ڈالتے اور میں بار بار راہِ خدا میں شہید ہونے کی سعادت حاصل کرتا!...... یہ الفاظ عبداللہ بن حُذافہ کی زبان سے نکلے ہی تھے کہ فضا اللہ اکبر کے نعرے سے گونج اٹھی۔ یہ نعرہ ان کی زبانوں سے نکلا تھا جو جانتے تھے کہ موت بھی اللہ ہی کے لیے ہے اور زندگی بھی اللہ ہی کے لیے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے...... قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔ حضرت عبداللہ بن حُذافہ شہادت کے بلند مقام کو پہچانتے تھے، اسی لیے انھوں نے رومی جنرل سے کہا..... تم نے مجھے غلط سمجھا! میرے لیے تو یہ مقامِ شکر ہے۔ رومی جنرل اور اس کی سپاہ ابنِ حُذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر دنگ رہ گئی۔ قوتِ ایمانی کیا ہوتی ہے، اس کا انھیں اندازہ ہی نہ تھا۔

(ماخوذ ''تجلی'')

☆☆☆

ناقل: ابومعاویہ رحمانی چوہان

ضرورتِ نبوت

مولانا عبدالحق چوہان رحمۃ اللہ علیہ

خداوند قدوس نے انسان کو ایک ایسی امتیازی فطرت سے نوازا ہے کہ جس کے باعث وہ ”اشرف المخلوقات“ کے درجۂ رفیعہ پر فائز ہے۔ انسان کے فطری خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی فطرت کے خمیر میں خیر وشر کی استعدادی قوت ودیعت رکھی گئی ہے۔ استعداد شر کے باعث یہ قبائح وفواحش کا ارتکاب کرتا ہے اور استعداد خیر کے باعث خیر وحسنات کے امور سرانجام دیتا ہے۔ انسان کی فطری جامعیت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے:

ان اللّٰہ خلق آدم وجعل فیہ نفسا وروحاً فمن الروح عفافہ وحلمہ وسخائوہ وفائوہ ومن النفس شھوتہ وطیشہ وسفھہ وغضبہ (الروض الانف، ج1، ص198)

ترجمہ: خداوندقدوس نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کی فطرت میں نفس اور روح کو ودیعت رکھا ہے۔ انسان کی پاک دامنی، بردباری، سخاوت اور ایفائے عہد روح کے باعث ہے اور انسان میں برائیوں کی خواہش، غصہ، بے وقوفی کے کام اور غضب نفس کے باعث ہے۔

یہ قوت استعدادِ افعال کے اعتبار سے غیر متناہی ہے۔ بعض انسان اگر جذبہ تسکین خواہشات کے تحت اس قوت کو فواحش وقبائح کے ارتکاب میں صرف کرتا رہے تو اس کے تمرد عصیان اور تجاوز عن الحدود کے لیے کوئی ایسا نقطہ معرضِ وجود میں نہیں آئے گا کہ جس کے بعد انسانی استعداد معدوم ہوجائے اور اس کے تمرد واستکبار کی وہ انتہائی منزل ہو اور اسی طرح اگر انسان اس قوت استعداد کو امور خیر وحسنات میں صرف کرے تو ترقیٔ مدارج ومعارج کی شاہراہ پر ایسی کوئی منزل معرض وجود میں نہیں آئے گی کہ جس پر انسان کی روحانی ترقی وصعودی حرکت منقطع ومختتم ہوکر سکون وجمود میں تبدیل ہوجائے بلکہ ہر آن وساعت میں تقرب الی اللہ کے مدارج کی منزل طے کرتا رہے گا۔ انسان کی اس جامعیت اور فطری خصوصیت کو بیان کرتے ہوئے علامہ جلال الدین دوانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ ملک را عقل داد بے شہوت وغضب وحیوان را شہوت وغضب داد بے عقل وانسان را ہر دو داد پس اگر انسان شہوت وغضب را مطیع ومنقاد عقل گرداند وبکمال عقلے برسد رتبۂ او از ملک اعلیٰ باشد چہ ملک را مزاحمی در کمال نیست بلکہ اختیارے دراں نہ۔ وانسان باوجود مزاحم بسعی واجتہاد بایں مرتبہ فائز شدہ واگر عقل را مغلوب شہوت و غضب ساز دخود را از رتبہ بہائم فروتر انداز دچہ ایشاں بواسطۂ فقدان عقل کہ وازع شہوت وغضب تواند بود در نقصان معذور اند بخلاف انسان۔“ (اخلاق جلدی، ص24)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو قوتِ عاملہ سے تو نوازا ہے لیکن ان میں قوتِ شہوانیہ اور غضبیہ مفقود ہے اور انسان

کے علاوہ باقی حیوانات کے اندر قوت شہوانیہ وغصبیہ موجود ہے اور انسان کے علاوہ باقی حیوانات کے اندر قوت شہوانیہ وغصبیہ موجودہ ہے لیکن قوت عاقلہ سے یہ عاری ہیں اور انسان کے اندر یہ دونوں چیزیں موجود ہیں۔ پس انسان اگر قوت شہوانیہ اور غضب کو عقل کے تابع اور اس کا فرماں بردار بنادے تو انسان عقلی کمال کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے اور اس کا درجہ فرشتوں سے بھی بلند ہوجاتا ہے۔ کیوں کہ فرشتوں کے اندر کوئی ایسی قوت موجود نہیں جو کہ کمال عقلی کے حصول سے مانع اور مزاحم ہو بلکہ وہ تو نیکی کے خلاف عمل کرنے کی قوت اختیار سے بھی محروم ہیں اور انسان کی فطرت میں کمال عقلی کے حاصل کرنے میں مزاحم موجود ہے۔ اس لیے انسان یہ مرتبہ اجتہاد اور سعی مسلسل کے بعد ہی حاصل کرتا ہے اور انسان اگر قوت عاقلہ کو قوت شہوانیہ اور غصبیہ کے تابع کردے تو حیوانات کے درجہ سے بھی نیچے گر جاتا ہے۔ اس لیے کہ حیوانات قوت شہوانیہ اور قوت غصبیہ کا مقابلہ کرنے والی قوت عاقلہ سے عاری ہونے کے باعث معذور ہیں اور انسان کے اندر قوت عاقلہ موجود ہے۔

خداوند قدوس نے جس طرح مادی اشیاء کی فطرت میں بعض ایسی خصوصیات ودیعت رکھی ہیں کہ جن کے باعث وہ اشیاء بدن انسانی کے لیے مفید یا مضر ثابت ہوتی ہیں۔ اسی طرح اعمالِ انسانی بھی معنوی خصائص پر محیط و مشتمل ہیں۔ انھی خصائص کے اعتبار سے بعض اعمال روح انسانی کے لیے سودمند ہیں اور بعض اعمال مضر۔ لیکن ان منافع اور مضرات کے اثرات کا ظہور حیاتِ اخروی میں ہوگا۔ جس طرح جسمانی اطباء جسم انسانی کے لیے مفید یا مضر اشیاء کی نشاندہی کرتے ہیں، اسی طرح روحانی اطباء روح انسانی کے لیے مفید اور مضر اعمال کی نشاندہی کرتے ہیں:

> ''چنانکہ ابدان را بعض اشیاء نافع وبعضی ضار دریں حیات دنیا ہم چنیں انسان را بعض افعال مضر در حیات اخرویہ چہ افعال استعداد اقتضائے ایصال بجنۃ ونار می دارند۔ وایں ضرر ونفع افعال در حیات اخرویہ کہ حیات اصلیہ است ظاہر خواہد جود شد۔ وایں حیات را بعض افعال نافع است وبعض مضر۔ وایں حکم مر اافعال در حد ذات وے ثابت است۔ وچنانکہ طبیبان طبیعت اشیاء نافعہ وضارۂ ابدان را در حیات دنیا ویہ بیان می کنند تا بدن از عروض مرض در حیات دنیا مصئون باشد۔ ہم چنیں انبیاء ورسل حضرات ونافعات حیات اخروی بیان می فرمایند تا بعمل بکن انسان مصئون باشد از رنج عالم۔'' (بحر العلوم، شرح مثنوی، ص125، دفتر سوم)

ترجمہ: جیسا کہ انسان کے بدن کے نفع کے لیے اس دنیا کی زندگی میں بعض چیزیں نفع رساں اور بعض چیزیں نقصان دہ ہیں، اسی طرح حیات اخرویہ کے لیے بھی بعض انسانی اعمال نقصان دہ ہوتے ہیں کیوں کہ یہ افعال بہ اعتبار اِنھی ذاتی خصوصیت کے جنت اور جہنم تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں اور ان کا نفع ونقصان حیات اخرویہ میں ظاہر ہوگا جو کہ اصلی حیات ہے۔ اس لیے بعض افعال حیات اخرویہ کے لیے نفع رساں ہیں اور بعض افعال نقصان دہ اور یہ خاصیت ان کی ذات میں موجود ہے اور جس طرح انسانی جسم کے حکیم اور طبیب انسان کے جسم کے لیے مفید اور مضر اشیاء کی نشاندہی کرتے ہیں تاکہ انسان لحوق مرض سے محفوظ رہ جائے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام حیات اخرویہ کے لیے مفید اعمال اور مضر اعمال بیان کرتے ہیں تاکہ انسان اخروی زندگی میں رنج والم سے نجات حاصل کر سکے۔ اور امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نبوت اور اعمال شرعی کی حیثیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ **ان الانسان من بدن و قلب** الخ۔

انسانی فطرت کی اس تمہیدی توضیح اور اس کے اعمال کے روحانی اور فطری خصائص بیان کرنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ قوت خیر کی تدبیر واصلاح اور قوت شر کے مضرات اور نقصانات سے

تحفظ کے لیے اوراس کی تربیت تزکیہ اور نظامِ زندگی کو جادۂ اعتدال پر استوار کرنے کے لیے خداوند قدوس کی طرف سے نوعِ انسانی میں سے برگزیدہ انسانوں کا ایک خاص طبقہ متعین ہوکر جو کہ براہِ راست اللہ تعالیٰ سے احکام حاصل کرے اور اسی کے مطابق انسانوں کی تربیت کر کے نظامِ زندگی کو استوار کرے اور اس برگزیدہ گروہ کی حیاتِ طیبہ اور اسوۂ حسنہ تعمیر سیرت میں مشعل راہ ثابت ہو اور جب تک انسانی زندگی کے تمام شعبۂ ہائے حیات کو ان کے بیان کردہ طریقِ زندگی پر استوار نہ کیا جائے۔ اس وقت تک انسان کے لیے سعادات اولیٰ اور آخری کا تحصیل ناممکن ومحال ہو۔

انسانوں میں خداوند قدوس کی طرف سے یہ وہی منصب جس برگزیدہ طبقہ کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ وہ انبیاء علیہم السلام کی ذواتِ مقدسہ ہیں۔ نبوت کا یہ منصب رفیع خداوند قدوس کی طرف سے ایک وہبی منصب ہے جس کے حصول کی مدار کسب واکتساب پر نہیں۔ اس منصب کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات سے ہوئی ہے اور قصرِ نبوت کی تکمیل اس مقدس گروہ کے آخری فرد اور خاتم سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے ہوئی ہے۔ اس لیے آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ:

ان الرسالۃ والنبوۃ انقطعت فلارسول بعدی ولا نبی بعدی

ترجمہ: رسالت اور نبوت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ اب میرے بعد نہ کوئی نیا رسول آئے گا اور نہ ہی کوئی نبی۔

فطرتِ انسانی کی جامعیت کے آئینہ میں بعثت انبیاء علیہم السلام کی ضرورت کا تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نبوت کا تعلق خداوندی قدوس کی صفت ربوبیت سے ہے۔ اسی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پہلی وحی نازل ہوئی ہے۔ اس آیت میں خداوند قدوس کی صفت ربوبیت کا ذکر ہے اور اسی طرح تبلیغ رسالت کے متعلق قرآن مجید کی آیت **یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم** اور آیت **یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک** میں صفت ربوبیت کا ذکر ہے اور قرآن مجید میں نبی علیہ السلام کے مقاصد بعثت میں بھی تعلیم وتربیت کو نمایاں حیثیت میں بیان کیا گیا ہے۔ **ربنا وابعث فیھم الخ**۔ اور صفت ربوبیت خداوند قدوس کی ایک ایسی صفت ہے کہ اس کے مظہر تربیت کی ابتداء بھی ہوتی ہے اور انتہا بھی اس لیے سلسلہ نبوت کی ابتداء بھی ہے اور انتہا بھی۔

وھی تبلیغ الشی الی کمالہ شیاً فشیأ (بیضاوی) یعنی تربیت کا معنی ہے کسی شے کو تدریجاً اپنے کمال تک پہنچانا۔

ممکن ہے کسی شخص کو یہ وہم ہو کہ قرآن مجید کی آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظ رحمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کا تعلق صفت رحمت سے ہے۔ تعمق نظر سے اگر ان مباحث کا مطالعہ کیا جائے تو اس وہم اور خدشہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیوں کہ خداوند قدوس کی صفت رحمت کا تحقق صفت ربوبیت میں بھی ہے۔ اس لیے نبوت کو جن آیات میں رحمت کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے تو یہ اس کے منافی نہیں۔ کیوں کہ بہ توسط صفت ربوبیت نبوت کو صفتِ رحمت کے ساتھ بھی تعلق ہے۔ ہمارے اس بیان سے مرزائیوں کا یہ مشہور مغالطہ بھی مندفع ہو گیا ہے کہ نبوت خدا تعالیٰ کی رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے لیے انقطاع نہیں۔ اس لیے نبوت کا بھی اختتام نہیں۔ اس لیے کہ پیغام نبوت خداوند قدوس کی رضا جوئی کا ایک نظامِ تربیت ہے۔ اس لیے اس نظام کے لیے انتہا کمال ہونا ضروری ہے۔ مزید برآں یہ کہ ختم نبوت چونکہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ اس لیے اس کے مقابلہ میں قیاس فاسد اور تاویل باطل کی کوئی حیثیت نہیں اور اگر نبوت کا اختتام نہ ہو تو پھر یہ خرابی لازم آتی ہے کہ ابدالآباد تک اللہ تعالیٰ کا نظامِ شریعت ناقص ہے۔

ریگِ عرب نے کھولی حقیقت سراب کی

عابد صدیق مرحوم

لکھی ہے جب سے نعت رسالتمآبؐ کی
غایت سمجھ میں آئی قلم اور کتاب کی

لفظوں میں نور ہے ترے ذکرِ رفیع کا
ذرے میں آگئی ہے چمک آفتاب کی

ہے شش جہت میں ذات سے تیری ظہورِ خیر
پھیلی ہو جیسے باغ میں خوشبو گلاب کی

''سب کچھ تمھارے واسطے پیدا کیا گیا''
تعبیر کی غرض سے ضرورت تھی خواب کی

تقلید کو زِبس ترا اُسوہ ہو جب مثال
منزل ہے سہل قبر و سوال و جواب کی

ہم عاصیوں کو تیری شفاعت کی شکل میں
امید ہے ترے کرمِ بے حساب کی

تہذیب کے فریب کا انسان تھا شکار
ریگِ عرب نے کھولی حقیقت سراب کی

عابدؔ خوشا دُرود کی کثرت، زہے شرف
تفریق اُٹھ گئی ہے حضور و غِیاب کی

(1991ء)

اقبالؒ سے ہم کلامی

شورش کاشمیریؒ

کل اذانِ صبح سے پہلے فضائے قدس میں　　میں نے دیکھا کچھ شناسا صورتیں ہیں ہم نشیں
تھے حکیمِ شرق سے شیخِ مجدد ہم کلام　　گوش برآواز سب دانش ورانِ علم و دیں
بوالکلام آزاد سے غالب تھے مصروفِ سخن　　میر و مومن دورِ حاضر کی غزل پہ نکتہ چیں
اس سے کچھ ہٹ کر گلابی شاخچوں کی چھاؤں میں　　تھے ولی اللہ کے فرزند نکتہ آفریں
ایستادہ سرو کے سائے میں تھے مولائے روم　　جن کے فرمودات میں مضمر ہیں آیاتِ مبیں
سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے حالیؔ درویش خو　　باندھ کر بیٹھے تھے حلقہ شبلی عہدِ آفریں
میں نے بڑھ کر مرشدِ اقبال سے یہ عرض کی　　آپ کو ہم تیرہ بختوں کی خبر ہے یا نہیں
دل شکستہ ہو کے فرمایا مجھے معلوم ہے　　''بے یدِ بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں''
سلطنت لے کر خدا و مصطفیٰ کے نام پر　　اب خدا و مصطفیٰ کی راہ پر کوئی نہیں
ہے ابھی شہباز کی غیرت پہ کرگس خندہ زن　　''ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں''
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر وعمل کا انقلاب　　''پادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمیں''
کون سمجھائے اندھیری رات کو آئینِ مہر　　وائے بدبختی کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں

خون دے کر خاصۂ صیّاد کو روشن کرو
جاؤ مشرق کے خراب آباد کو روشن کرو

(2/جنوری1962ء)

گلہائے رنگا رنگ

پروفیسر محمد اکرام تائبؔ

خشک روٹی کا کوئی ٹکڑا بھی مل پاتا نہ تھا
ضُعف سے تائبؔ ترا وہ ڈگمگانا یاد ہے
اپنے ہمسائے کو مرغا روز کھاتے دیکھ کر
''چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے''

O

رزقِ حلال میں تو تھے فاقوں سے مر چلے
ہر شے ہی اب تو گھر میں ہے وافر لگی ہوئی
ڈر بھی ہے روزِ حشر کا، تائبؔ ، مگر نہ پوچھ
''چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی''

O

تیس دن کی جو میری تنخواہ تھی
تین دن میں خرچ تائب کر چلے
''زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو مہنگائی کے ہاتھوں مر چلے''

O

آنٹی بنی جو ساس تو رشتے بدل گئے
مانا کہ ساس بھی نہ کسی کی سگی ہوئی
لیکن بہو بھی آج کی تائبؔ نہیں ہے کم
''دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی''

''سیٹو سنٹو معاہدوں سے کیری لوگر بل تک''
''تمھیں'' بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

پروفیسر خالد شبیر احمد

جو کچھ اس وقت ہمارے ملک میں ہو رہا ہے اور ہم بحیثیت ایک قوم جن خطرناک حالات میں گھرے ہوئے ہیں، اس سے ہر باشعور شہری انتہائی پریشان ہے۔ پورا ملک ایک ایسے سیاسی و معاشی بحران سے گزر رہا ہے جسے بیان کرنے کی نہ ہم میں کوئی سکت باقی رہ گئی ہے اور نہ ہی اس صورتحال کو لفظوں میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ اگر ان حالات میں بھی ہماری قیادت جو کہ جمہوریت کے بطن سے پیدا ہو کر تختِ حکمرانی پر فائز ہے اُسی طرح حب الوطنی اور دینی غیرت کو خیر باد کہہ کر پاکستانی سیاست دانوں کی اُس روش کو برقرار رکھے گی جو قیامِ پاکستان سے انھوں نے اختیار کی ہوئی ہے تو نتائج سنگین صورتحال پیدا کر دیں گے۔ اگر موجودہ ملکی حالات کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ ہمارے حکمران سیاست دانوں کا سب سے بڑا مسئلہ اقتدار پر قابض رہنا ہے۔ اسی کے لیے انھیں اُن دشمنوں کی طرف سے مدد درکار ہے جو دوست بن کر اس ملک کی بنیادوں کو متزلزل کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں۔ ملک کی بدنصیبی ہے کہ خواہش اقتدار کو انھوں نے اقتدار کی کرسی پر خدا بنا کے بٹھا دیا ہے اور دن رات یہ لوگ اس کی پرستش میں مصروف ہیں۔ ان اقتدار والوں کے لیے کوئی اصول، کوئی ضابطہ، کوئی قاعدہ، کوئی قانون، کوئی مسلک، کوئی مؤقف کسی قسم کی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ امریکی مداخلت ہمارے ہاں اس قدر شدید نوعیت اختیار کر چکی ہے کہ اسے روکنا اب ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل بات ہے۔ اس امریکی مداخلت کو کیسے روکا جا سکتا ہے جو ہمارے ملک کے حکمرانوں نے بڑے اہتمام و احترام کے ساتھ اسے اپنے ذاتی مفادات کے لیے خود قبول کی۔ انھیں کے ذریعے امریکی مداخلت شروع ہوئی۔ معاہدہ، سیٹو اور سنٹو سے لے کر ''کیری لوگر بل'' تک جس نے ملک میں ایک کہرام مچا دیا ہے اور جس پر ہر ذی شعور پاکستانی صرف سراپا احتجاج ہی نہیں بلکہ انتہائی پریشان و فکرمند بھی ہے کہ اگر یہ بل امداد کی صورت میں پاکستان پر مسلط کر دیا گیا تو پھر امریکی مداخلت اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ کر نہ صرف ہماری داخلی و خارجی حکمت عملیوں کو پوری طرح سے اپنی گرفت میں لے گی بلکہ ہماری فوج کے نظم و نسق میں بھی کھلبلی مچا دے گی۔ ہمارے ایٹمی پروگرام اور اس کی ترقی رک کے رہ جائے گی اور ہمارے حکمران ہر چھے ماہ کے بعد امریکہ کے وزیر خارجہ کے سامنے اس طرح جواب دہ ہوں گے جس طرح نالائق شاگرد اپنے استاد کے سامنے اپنی نالائقی کی وجہ سے جواب دہ ہوتا ہے۔

ہمارے سیاست دان اگر واقعی سیاست دان ہوتے تو ملک کے یہ حالات نہ ہوتے۔ ان کی نااہلی کا ثبوت تو پاکستان کے ابتدائی چند برسوں میں ہی واضح ہوکر سامنے آ گیا تھا، جب پاکستان میں 1947ء سے لے کر 1958ء تک یعنی 9 برسوں میں ملک کے سات وزیرِاعظم یکے بعد دیگرے تبدیل ہوئے۔ ان میں ایک وزیرِاعظم صرف چالیس روز کے لیے تھا اور ایک وزیرِاعظم نے تو یہاں ارشاد فرما دیا تھا کہ اگر آپ نے کشمیر کا مسئلہ حل کرانا ہے تو کسی اور کو وزیرِاعظم بنالو، پنڈت میرا بڑا بھائی ہے اور میں اُس کا احترام کرنے پر مجبور ہوں۔

پھر جب بھی ملک میں مارشل لاء نافذ ہوا، سیاست دانوں نے ہی اس کا استقبال کیا اور سیاست دان ہی مارشل لاء حکومت میں فائز ہوئے۔ اس سے بڑی اور کیا دلیل پیش کی جاسکتی ہے کہ ان سیاست دانوں کو صرف وزارتیں درکار ہوتی ہیں، خواہ وہ انھیں نام نہاد جمہوریت کے ذریعے حاصل ہوں یا پھر فوجی حکمرانوں کے ذریعے۔ کون سے فوجی آمر کے ساتھ یہ جمہوریت زدہ نہیں تھے۔ وہ جنرل ایوب ہو یا پھر جنرل ضیاء و یحییٰ یا پھر ان تینوں جرنیلوں کا پیرومرشد، قاتلِ جمہوریت، دشمنِ اسلام، حلیفِ امریکہ و حریفِ پاکستان جنرل پرویز ان سب کے ساتھ ہمارے سیاست دان ان کے ہر جرم میں شریک کار رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج پاکستان کا سیاست دان آمرانہ طرزِ عمل کا شکار ہوکے رہ گیا ہے۔ موجودہ حکمرانوں میں جنرل پرویز کی آمرانہ حکومت کا رنگ ڈھنگ اس قدر نمایاں ہے کہ اس حکومت کو ہم جنرل پرویز کی حکومت کا پرتو یا پھر تسلسل کہنے پر مجبور ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جنرل صاحب امریکہ کی نوکری کرتے کرتے تھک گئے تھے تو امریکہ نے انھیں ہٹا کر تازہ دم جمہوری رہنماؤں کو اُن کی جگہ بٹھا دیا ہے اور حکم ہوا کہ وہی کام کرنا ہے جو جنرل پرویز کرتا رہا اور اُسی کام کو آپ نے مکمل کرنا ہے جسے وہ چھوڑ کے گیا تھا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اس وقت ہورہا ہے اور جس پر پوری قوم احتجاج کی آگ میں جل رہی ہے۔ یہ جنرل پرویز کی حکمتِ عملی کا تسلسل بھی ہے:

اُنہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات اُن کی
اُنہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات اُن کی

یہ خواہشِ اقتدار نہیں تو اور کیا ہے کہ ایک آدمی ملک کی پوری سیاست پر حاوی ہے اور فیصل آباد کے گھنٹہ گھر کی طرح وہی ایک آدمی ہر حوالے اور ہر زاویے سے ملکی سیاست پر چھایا ہوا ہے اور پھر اس ایک آدمی کے ہاتھ میں ''اٹھاون ٹو بی'' کی تلوار بھی ہے جو اسے جنرل پرویز سے امریکہ کی وساطت سے ورثہ میں ملی ہے جس کے ذریعے وہ جب چاہے پوری اسمبلی کو قتل کرسکتا ہے۔ یہ ہے اس جمہوری راگ کا وہ الاپ جس پر انھیں ناز ہے اور یہ لوگ سر اونچا کر کے کہتے ہیں کہ ہم جمہوریت کے چیمپئن ہیں۔ یہ کیسی جمہوریت ہے جو فردِ واحد کو پوری اسمبلی پر ایسی فوقیت دے دیتی ہے کہ پوری اسمبلی اُس کی محتاج و ممنون بن کے اُس کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی کہہ رہی ہے کہ جو حکم حضور، ہر حکم کی تعمیل ہوگی:

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

اسی تلوار سے صدر اسحاق نے نواز شریف کی حکومت کو ختم کیا۔ اسی تلوار کا شکار بے نظیر بھٹو بھی ہوئی اور اب یہی تلوار اسمبلی کے سر پر ہے۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس تلوار کا اب کوئی کام نہیں ہے کہ تلوار اُس کے ہاتھ میں ہے جو اس پارٹی کا سربراہ ہے جس کی اسمبلی میں اکثریت ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر یہ تلوار توڑ کیوں نہیں دی جاتی؟ اس لیے توڑی نہیں گئی کہ تلوار استعمال بھی ہو، صرف سروں پر لٹکتی رہے تو پھر اس سے کئی مفادات حاصل کیے جاسکتے ہیں اور حد یہ ہے کہ ہمارے اندرونی معاملات کو بھی امریکہ کی آشیر باد حاصل ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ پاکستان کے اندرونی و بیرونی معاملات صحیح رخ اختیار کریں یا پھر ان حالات و معاملات میں استحکام پیدا ہو کہ اس طرح ہی پاکستان، امریکہ کے در پر بھکاری بن کر کھڑا رہ سکتا ہے جبکہ امریکہ کی یہ حکمتِ عملی دوستی نہیں دشمنی سے بھی دو چار قدم آگے ہیں:

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اُس کا آسماں کیوں ہو

امریکہ بہادر نے شروع سے ہی ہمارے ساتھ ایک ایسا رویہ اختیار کر رکھا ہے کہ اس رویے سے دوستی کی بو تک نہیں آتی۔ ہم نے ابتداء میں روس کی دعوت کو مسترد کرتے ہوئے امریکہ کی دوستی کی دعوت قبول کی۔ ہم نے امریکہ کو ہی خوش کرنے کے لیے ''سیٹو اور سنٹو'' کے فوجی معاہدوں پر دستخط کیے۔ ہم نے روس کے خلاف امریکہ کے فوجی اڈے کے طور پر اپنے آپ کو پیش کیا۔ ہم نے امریکہ کی دوستی کے لیے روس کی دشمنی مول لی، لیکن امریکہ نے ہمارے لیے کیا کیا۔ 1965ء کی جنگ میں امریکہ نے ہماری کیا مدد کی؟ صاف طور پر کہہ دیا گیا کہ ہمارا آپ کا فوجی معاہدہ کمیونسٹ ممالک کے ساتھ جنگ کا تھا اور بھارت کوئی کمیونسٹ ملک نہیں۔ لہٰذا ہم آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ پھر 1971ء کی پاک بھارت جنگ میں امریکہ کا کردار ہمارے ساتھ انتہائی گھناؤنا اور وحشیانہ تھا۔ سقوطِ ڈھاکہ ایک ایسا ڈرامہ تھا جس کا آغاز امریکہ کی مدد سے ہوا اور انجام روس کے تعاون کے ساتھ یعنی ہمارے دوست نے ہمارے دشمن (جو کہ اس کی دوستی کی وجہ سے بنا تھا) کے ساتھ مل کر ہمیں دولخت کیا۔ امریکہ کا بحری بیڑہ فقط افواہوں کی حد تک محدود رہا۔ نہ اسے مشرقی پاکستان کا ساحل نظر آتا تھا اور نہ آیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اُس وقت کی بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی جنگ سے چند روز پہلے امریکہ یاترا پر گئی اور واپسی پر دہلی کے ائیرپورٹ پر اس نے ایک پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا کہ ہم امریکہ کے پابند نہیں ہیں۔ جو ہماری مرضی ہوگی ہم وہی کریں گے۔ میں نے اُس وقت اپنے دوستوں سے کہہ دیا تھا کہ امریکہ نے بھارت کو مشرقی پاکستان پر حملہ کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مشرقی پاکستان پر حملہ ہونا تھا سو ہو کر رہا۔ اس حملے کے لیے امریکہ کی بھارت کو آشیر باد حاصل تھی۔ سابق امریکی صدر نکسن نے اپنی کتاب میں صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ بھارت تو اُس وقت مغربی پاکستان پر بھی حملہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ہم نے اُسے ایسا کرنے سے روک دیا تھا۔ اب جو طاقت بھارت کو مغربی پاکستان پر حملہ کرنے سے روک سکتی ہے وہی طاقت مشرقی پاکستان پر حملہ کرنے کے لیے کہہ بھی سکتی ہے۔ چنانچہ اس نے کہا اور بھارت نے مشرقی پاکستان پر حملہ کر دیا، جس سے کسی ذی شعور کو انکار کی مجال نہیں۔

یہ الطاف بھائی کا قادیانیوں کے حق میں بیان، سلمان تاثیر کا ناموسِ رسالت کے خلاف بیان یہ سب کچھ امریکہ بہادر کی پاکستان میں بالادستی کو ہر لحاظ سے برقرار رکھنے کے لیے فضا تیار کی جارہی ہے۔ امریکہ کی طرف سے پاکستان کی حکومتوں کو تین ہدف دیئے گئے ہیں۔ پہلا ہدف تو جنرل پرویز کی حکومت میں حدود آرڈیننس کو ختم کرکے پورا کرلیا گیا، لیکن ابھی تک امریکہ کے دو ہدف باقی ہیں۔ ناموسِ رسالت آرڈیننس ختم کرانا امتناعِ قادیانیت آرڈیننس جس کے لیے الطاف بھائی کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ آخر ایک مدت سے وہ جس ملک کے میں زندہ رہے ہیں اور اُس فضا نے بھی رنگ لانا تھا۔ مرزا قادیانی نے جس سلطنت کی حفاظت کے لیے اپنے تن من دھن کی بازی لگادی تھی۔ اب اُس سلطنت کی ترجمانی کا فریضہ جناب الطاف بھائی سرانجام دے رہے ہیں۔ میرے خیال میں وہ مرزا مسرور سے ملے ہیں۔ ابھی قادیانیت سے اُن کی ملاقات نہیں ہوئی۔ کاش کوئی ان کی قادیانیت سے ملاقات کرائے تو انھیں بھی سمجھ آجائے کہ قادیانیت کیا ہے؟ محض مرزا مسرور سے ملاقات کے ذریعے تو قادیانیت سمجھ میں نہیں آسکتی۔ علامہ اقبال جس کا نام انھوں نے اپنے انٹرویو میں تین دفعہ لیا اور تینوں بار انھوں نے رحمۃ اللہ علیہ کہہ کے نام لیا۔ اُن سے ہی الطاف بھائی پوچھ لیں کہ وہ قادیانیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ انھوں نے تو قادیانیوں کو اسلام اور ہندوستان دونوں کا غدار قرار دیا تھا۔ پھر علامہ اقبال، الطاف بھائی کے لیے رحمۃ اللہ علیہ کیسے ہوگئے۔ بس یہی کہنا پڑتا ہے کہ

ہے یہ وہ جامہ نہیں جس کا کوئی الٹا سیدھا

اصل مسئلہ امریکہ بہادر ہی ہے اور یہ سب کچھ جو ہمارے ملک میں ہورہا ہے۔ اُسی کے دم قدم سے ہے۔ جنرل حمید گل نے آج سے کافی عرصہ پہلے بالکل ٹھیک کہا تھا کہ ہم پاکستانیوں کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ ہم امریکہ سے نفرت کریں اور پاکستان کی سیاسی قیادت کو یہ فرض ادا کرنا چاہیے کہ وہ پاکستان میں امریکہ کے خلاف انتہائی نفرت پیدا کرنے کے لیے ایک مؤثر اور منظم تحریک کا آغاز کرے۔ ویسی ہی تحریک جیسی کہ 1953ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لیے چلائی گئی تھی۔ ویسی ہی تحریک جو 1974ء میں قادیانیوں کے خلاف چلائی گئی اور ویسی ہی تحریک جو 1971ء میں پاکستان میں نفاذِ اسلام کے لیے چلائی گئی یا پھر اُسی نوعیت کی تحریک جو پاک افغان کونسل کی قیادت میں امریکہ کے خلاف چلائی گئی۔ اسی میں ہی پاکستان اور پاکستانیوں کی عافیت کا راز مضمر ہے۔ ورنہ تو یہ ملک جو ہمارے اسلاف نے بے پناہ قربانیوں سے انگریزوں کی غلامی سے چھڑایا تھا۔ امریکہ کی غلامی میں جاتا نظر آتا ہے۔ کاش اُن جیسا کوئی ایک بھی ہوتا تو آج امریکہ اور امریکہ نواز پاکستانی قیادت کا راستہ روک کے رکھ دیتا:

کہاں گئے وہ جنوں آشنا وہ دیوانے
بڑے اُداس ہیں یارو خرد کے ویرانے

کینسر

اوریا مقبول جان

غصے اور جذبات کی شدت اور نفرت کے زہر میں بجھا ہوا یہ فقرہ نیو یارک ٹائمز کی 19 اگست کی اشاعت میں شائع ہوا۔ یہ فقرہ کسی مضمون نگار، تبصرہ نگار، شاعر، ادیب یا صحافی کا نہیں تھا کہ ہم اسے ایک خواہش، خیال، آرزو یا مستقبل کا خواب سمجھ لیں۔ یہ فقرہ کسی سیاسی لیڈر کی دھواں دھار تقریر کا حصہ بھی نہیں کہ اسے جذبات کی رو میں بہہ جانے کی رعایت دے دی جائے۔ یہ تو افغانستان اور عراق میں ہزاروں کی تعداد میں موجود قتل و غارت کا بازار گرم کرنے والی تنظیم بلیک واٹرز کے ایک منحرف رکن کا تھا۔ جہاں اس نے اپنی تنظیم کے اور بہت سے راز افشا کیے ہیں جن میں بچوں اور بچیوں کو زبردستی جنسی کاروبار میں الجھانا، سرعام وحشیانہ طریقے سے قتل، لوگوں میں فرقہ وارانہ اور لسانی بنیادوں پر فساد کرانا شامل ہیں۔ وہیں اس نے اپنی ٹریننگ کے دوران بار بار دہرائے گئے، یاد کرائے گئے اور اس کی زندگی کے مقصد کے طور پر اسے بتائے گئے یہ الفاظ بلیک واٹر اور موجودہ Xe (زی) تنظیم کا ہدف متعین کرتے ہیں۔ منحرف رکن نے کہا ''میں ایک عیسائی صلیبی جنگجو ہوں اور میرا مقصد مسلمانوں اور اسلام کے دین کو اس صفحۂ ہستی سے ملیامیٹ کرنا ہے۔'' یہ فقرہ ان جنگجوؤں میں سے ایک کا ہے جو جدید ترین ہتھیاروں سے لیس اگست 2002ء میں پچھتر ہزار کی تعداد میں افغانستان میں اتارے گئے جب کہ ان کے مقابل وہاں افواج کی تعداد صرف اڑتالیس ہزار تھی۔ ان خونخوار درندوں کی عراق میں کل تعداد ایک لاکھ تیس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ یہ لوگ ٹارگٹ کلنگ میں دنیا بھر میں سب سے زیادہ مہارت رکھتے ہیں۔ امریکی عدالتوں میں اس تنظیم کے دو افراد نے عراق میں خانہ جنگی پھیلانے کے لیے کردوں اور دیگر گروپوں کو اسلحے کی سمگلنگ کا اعتراف کیا ہے۔ ان پر کم سن بچیوں کو اپنے سپاہیوں کو عیاشی کے لیے زبردستی استعمال کرنے، چھوٹے بچوں کو زبردستی جنسی تشدد کا نشانہ بنانے اور سرعام نہتے عوام پر دہشت پھیلانے اور بے تحاشا قتل کرنے کے الزامات ہیں۔ ان کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ امریکی سی آئی اے کے پروگرام Extraodinary Rendition کے لیے استعمال ہونے والی پرائیویٹ سکیورٹی تنظیم ہے۔ جس پروگرام کا مقصد دنیا بھر میں اپنے مخالفین کو صفحۂ ہستی سے مٹانا ہے۔ یہ جس ملک میں بھی بھیجے گئے وہاں کی اعلیٰ شخصیتوں کو ڈھونڈ کر انہیں نشانہ بنا کر قتل کرتے رہے۔ ان پر یہ بھی الزام ہے کہ یہ مسلمان ملکوں میں فرقہ وارانہ اور نسلی

کشیدگی بڑھانے کے لیے وہاں کی اہم شخصیات کو قتل کرتے ہیں اور پھر ان دونوں گروپوں کے درمیان خونریزی کو ہوا دینے کے لیے اسلحہ بھی فراہم کرتے ہیں اور خود بھی قتل کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔

اس سکیورٹی ایجنسی کے ایک فرد پر ٹریننگ اور تنخواہ کا خرچہ ایک امریکی میرین سے دس گنا زیادہ ہے اور عموماً ان کی تنخواہ چھ ہندسوں یعنی ایک لاکھ ڈالر سے زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن اب ان کرائے کے فوجیوں اور کرائے کے قاتلوں کی صرف یہ ایک تنظیم نہیں جس پر امریکی انتظامیہ کا انحصار ہو۔ انہی امریکی محکمۂ دفاع Amed DoD contrators کہتا ہے اور ان کو بھرتی کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح وہ عالمی اور امریکی مقامی قوانین سے بالاتر ہو جاتے ہیں۔ ایک امریکی فوجی اگر قتل کرتا ہے تو اسے عدالت اور کانگریس کے سامنے جوابدہ ہونا پڑتا ہے جب کہ ان سکیورٹی ایجنسیوں کے قاتلوں کو ایک پرائیویٹ کمپنی کا معاملہ تصور کیا جاتا جسے اس ملک کے قانون کے مطابق سزا دی جاسکتی ہے جہاں یہ جرم ہوا ہے اور اس ملک میں پہلے ہی اپنی کاسہ لیس بے غیرت حکومتوں کو برسر اقتدار لایا جاتا ہے جیسے افغانستان اور عراق۔

27 جولائی کو ایک مغربی خبر رساں ایجنسی نے عالمی میڈیا میں پہلی دفعہ بلیک واٹر یا Xe کی پاکستان کے شہر پشاور میں موجودگی کی خبر دی۔ یہ ایجنسی DEUTSCHE PRESS-AGENTUR(DPA) ہے اور آج دو ماہ گزرنے کے بعد یہ میرے ملک کے طول و عرض میں کینسر کی طرح پھیلتے جا رہے ہیں۔ اس ملک کے دارالحکومت اسلام آباد میں اہم ترین سیکٹروں میں اس وقت معلومات کے مطابق 228 گھر ایسے ہیں جہاں ان کا بسیرا ہے۔ E-7 میں ڈاکٹر قدیر خان کی رہائش کے آس پاس دو گھر کسی مخصوص مقصد کے لیے خرید گئے ہیں جو ہوسکتا ہے انہیں قتل کرنا یا اغوا کرنا ہو۔ E-6 میں 37 گھر، G-6 میں 40، F-7 میں 47، F-8 میں 48، F-10 میں 20، F-11 میں 25، I-8 میں 9 گھر ایسے ہیں جن کے اردگرد رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی ہیں۔ ان کی چھتوں پر سیٹلائٹ سے منسلک آلات نصب کر دیے گئے ہیں۔ کراچی کے علاقے خیابان راحت میں انھوں نے اپنا دفتر بنالیا ہے اور پشاور کی چنار روڈ پر اور یونیورسٹی ٹاؤن کے علاقے میں ان کی سرگرمیاں اب کھلے عام نظر آتی ہیں۔ مغربی میڈیا میں پانچ سو HUMVEES گاڑیوں کی آمد کی اطلاع ہے اور ان کی تصاویر بھی شائع ہوگئی ہیں۔ ان گاڑیوں پر گولیاں، گرنیڈ یا راکٹ لانچر اثر نہیں کرتے۔ یہ شہری علاقوں میں انسانوں کا قتل عام کرنے لے لیے استعمال ہوسکتی ہیں۔ یہ گاڑیاں ابھی پورٹ قاسم ہیں اور ان کی ترسیل آہستہ آہستہ ہر علاقے کی ضروریات کے مطابق کی جائے گی۔

اب ذرا 27 جولائی کے آس پاس کے زمانے سے اس ملک کے حالات کا جائزہ لیں۔ ٹارگٹ کلنگ کے واقعات میں اضافہ، سیاسی اور مذہبی کارکنوں اور لیڈروں کا قتل شروع ہوا۔ توہین قرآن کے نام پر بستیاں جلانے اور گھروں کو نذر آتش کرنے کا عمل شروع ہوا۔ لسانی بنیاد پر قتل بڑھے۔ قادیانی جو مغرب کی آنکھ کا تارا ہیں ان کے حق میں اور انہیں

مظلوم ثابت کرنے کے لیے لیڈروں کے بیانات آنا شروع ہوئے۔ ملک میں خونریزی کی لہر شروع ہوئی۔ ادھر لوگوں کی توجہ ان کی آمد سے ہٹانے کے لیے میڈیا کے دانشوروں، اینکروں پرسنوں اور سیاسی رہنماؤں نے کبھی 1988ء کے گڑے مردوں پر بحث کی اور کبھی سترھویں ترمیم اور پرویز مشرف زیرِ بحث رہا۔ آٹا اور چینی کی لائنوں کی دھکم پیل موضوع بنی رہی۔ حالانکہ کسی کو علم نہیں کہ اگر یہ خونخوار درندے یہاں قدم جما گئے تو پھر لوگ لائن میں دم گھٹنے سے نہیں ان کی اندھا دھند فائرنگ سے مریں گے۔ یہ ابھی سے اس ملک میں اس قدر بے رحم ہیں کہ انھوں نے اگست کے مہینے میں اسلام آباد کے ایک شہری محسن بخاری کو آب پارہ کے علاقے میں اس لیے بری طرح مارا کہ اس نے اپنی گاڑی ان کے آگے لا کھڑی کر دی تھی تھی۔ ایسے واقعات کی ایک الگ تفصیل ہے۔

ضمیروں کی خرید و فروخت کے اس موسم میں جہاں دانشوروں، ادیبوں، سابق فوجیوں، بیورکریٹوں اور اینکر پرسنوں کے ضمیر خریدے جا رہے ہوں۔ جہاں میڈیا کا منہ ڈالروں کی بارشوں سے بند کر دیا جائے اور اہل اقتدار کا ضمیر مصلحتوں کا شکار ہو جائے۔ وہاں لوگوں کو اس طوفان سے باخبر رکھنا بھی شاید کل تک بہت مشکل ہو جائے۔ ایسے میں ایک بات عرض کر دوں اس طوفان کی زد میں گھر صرف عام آدمی کا جلے گا، تباہ صرف عام لوگوں کی بستیاں ہوں گی۔ معصوم بچے اور بچیاں صرف عام لوگوں کے ہوں گے جو جنسی تشدد کی بھینٹ چڑھیں گے۔ فسادات کی آگ عام انسانوں کو جلا کر راکھ کرے گی۔ کس قدر بے حس اور بدقسمت ہوتی ہے وہ قوم جسے طوفان کی اٹھتی ہوئی لہریں نظر آ جائیں اور وہ اپنے آپ کے بچاؤ کے لیے بند نہ باندھیں۔ جسے کینسر کا آغاز ہی میں پتہ چل جائے اور وہ اس گلٹی کو کاٹ کر بدن سے دور نہ پھینک دے۔

(روزنامہ ''ایکسپریس'' 17 ستمبر 2009ء)

اوراب رسالت کا قانون!

انور غازی

کہانی کا آغاز ''نینسی جے پال (Nancy j powell) سے ہوتا ہے۔ یہ 16 اگست 2002ء سے 5 نومبر 2004ء تک پاکستان میں امریکا کی سفیر رہی ہیں۔ پاکستان میں ان کو تعینات کرتے وقت خصوصی طور پر تین ٹاسک دیے گئے تھے۔ ایک پاکستان کے نصابِ تعلیم میں تبدیلی۔ دوسرا 1979ء کا حدود آرڈی نینس کا خاتمہ یا ترمیم۔ تیسرا توہینِ رسالت قانون کو ختم کرنا یا ریویو کرنا۔ چنانچہ اس نے ذمہ داریاں سنبھالتے ہی صدر، وزیراعظم اور دیگر اہم شخصیات سے پہلے پہل خفیہ اور بعد ازاں علانیہ ملاقاتیں شروع کردیں۔ اسی وقت بعض باخبر دانش واران ملاقاتوں کو خطرے کا الارم قرار دے رہے تھے۔ محبّ دین و وطن دور اندیشوں نے بھانپ لیا تھا کہ اندر ہی اندر کچھ ''پک'' رہا ہے۔ کچھ ہی عرصے بعد آہستہ آہستہ دھواں باہر نکلنے لگا اور امریکی استعمار کے ایجنڈے پر کام شروع ہوگیا بلکہ اس کو منشور بنا لیا گیا اور پہلے ایجنڈے یعنی ''نصابِ تعلیم میں تبدیلی'' پر کام شروع ہوگیا۔ 2003ء سے پاکستان کے نصابِ تعلیم میں تبدیلیوں کا آغاز ہوا جو 2004ء میں اختتام پذیر ہوا۔ ابتدائی طور پر امریکا نے پاکستان کے نظامِ تعلیم کی تبدیلی کے لیے پاکستان کو 3 ارب 90 کرڑ روپے دیے۔'' 5 فروری 2005ء کو بش نے فخریہ انداز میں کہا تھا: ''پاکستان کا نصابِ تعلیم میرے کہنے پر تبدیل کیا گیا۔'' اس کے بعد مشرف نے ''انڈیا ٹوڈے'' کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا: ''بھارت اور پاکستان کا نصابِ تعلیم مشترکہ ہونا چاہیے۔'' مئی 2004ء کو قومی اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے اس وقت کی وزیرِ تعلیم زبیدہ جلال نے کہا تھا: ''بیالوجی کی کتاب میں قرآنی آیات کا کیا کام ہے؟'' اور ''اگر مقدس مضامین کے سامنے کتے کی تصویر آگئی ہے تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟'' اس کے بعد نصاب سے سیرت رسول، غزوات، جہاد کی آیات، شہادت کا فلسفہ صحابہ کرام کے واقعات، مسلم فاتحین کے حالات، امہات المؤمنین کا تذکرہ اور ایسی ہر بات نکال ڈالی جس سے انسان ایک نظریاتی مسلمان بن سکتا ہے اور اب ملک میں اسلام، قرآن اور مجاہدین کا نام تک لینا نا قابل معافی جرم بن چکا ہے۔

نصابِ تعلیم کی تبدیلی کے بعد دوسرا اہم ایجنڈا 1979ء والے ''حدود آرڈی نینس'' کو بہر صورت تبدیل کروانا تھا تاکہ پاکستان کے اسلامی کلچر کو یہود ونصاریٰ کے مادر پدر آزاد معاشرے میں تبدیل کیا جاسکے۔ حدود آرڈی نینس کے خاتمے پر پچیس پچیس کروڑ خرچ کیے گئے تاکہ ملک میں فحاشی وعریانی پھیلے۔ اس پر بھی عملدرآمد سے پہلے میڈیا کے ذریعے

بھرپور مہم چلائی گئی۔ زنا بالجبر اور بالرضا پر کھلے عام بحث مباحثے ہوئے۔ ٹی وی چینلز پر کھلے عام اس نازک اور شرم و حیا والے مسئلے پر بے ہودہ گفتگو ہوئی جس میں حدود ختم کرنے پر زور دیا گیا۔ دلائل میں عورتوں پر رحم کھا کر کہا گیا کہ صنف نازک کو کوڑے مارنا اور حد جاری کرنا ظلم ہے۔ حالانکہ اللہ نے بعض جرائم پر جو ''حد'' مقرر کی ہے اس میں رتی بھر کمی، زیادتی اور ترمیم نہیں ہوسکتی۔ اللہ کے سامنے قیامت کے دن ایک ایسا حاکم پیش کیا جائے گا جس نے اللہ کی مقرر کی ہوئی سزا میں کمی کی ہوگی۔ اس سے پوچھا جائے گا تم نے کمی کیوں کی تو وہ جواب دے گا اس لیے کہ مجھے اس بندہ پر رحم آ گیا تھا۔ اللہ اس سے کہیں گے کہ کیا مجھ سے زیادہ کوئی رحیم ہے؟ پھر ایک ایسے حاکم کو لایا جائے گا جس نے ایک کوڑے کا اضافہ کیا ہوگا تو اس سے پوچھا جائے گا اضافہ کیوں کیا؟ وہ کہے گا تاکہ بندے زیادہ ڈریں تو اس کو جواب دیا جائے گا کیا مجھ سے بھی زیادہ کوئی ڈرانے والا ہے؟ اللہ نے جو حدود مقرر کی ہیں اس میں ترمیم کرنے والوں کے لیے قرآن نے ''ظالم اور فاسق'' جیسے سخت الفاظ استعمال کیے ہیں۔ جب ہم اللہ کی مقرر کی ہوئی سزاؤں میں ترمیم کرنے والوں کے بارے میں قرآن کی سخت ترین وعیدیں پڑھتے ہیں تو کانپ اٹھتے ہیں۔ حدود اللہ میں ترمیم کرنے والوں کا انجام سوچ کر ہی سکتہ طاری ہوجاتا ہے۔ بہر حال! نام نہاد حقوق نسواں بل پر 2005ء میں کام شروع ہوا اور 2006ء میں حدود آرڈی نینس ختم ہوکر ہی رہا۔ جس کے نتیجے میں اب فحاشی و عریانی کا دور دورہ ہے۔ نکاح مشکل اور زنا آسان ہو چکا ہے۔ اس کے بعد توہین رسالت قانون اور امتناع قادیانیت آرڈی نینس کا نمبر تھا۔ یہ کام 2007ء میں شروع ہونا تھا اور 2008ء تک ختم ہونا تھا لیکن مارچ 2007ء سے مشرف حکومت کی الٹی گنتی شروع ہوگئی اور یہ قانون بچ گیا۔

امریکا اب ہماری حکومت سے یہ کام...... جو انتہائی مشکل ہے...... کروانا چاہتا ہے۔ حکومت اس کی حامی بھر چکی ہے۔ 2009ء سے 2012ء تک تین سالوں میں تیسرا یہ اہم ترین قانون ''توہین رسالت'' کو ختم کروانا یا غیر مؤثر کروانا ہے۔ اس کا آغاز گرجرہ، سمبڑیال اور ڈسکہ سانحات۔ دیوبندی بریلویوں میں اختلافات کو ہوا دے کر، اور بعض لیڈروں کے بیانات سے ہو چکا ہے۔ صدر زرداری لندن میں اس کی یقین دہانی کروا چکے ہیں۔ جس طرح مانچسٹر سے قادیانیوں کے رہنما کہتے ہیں کہ اگر پاکستان میں ہمارے خلاف منظور کیا گیا قانون ختم نہ کیا گیا تو پھر یہ ملک اسی طرح جلتا رہے گا۔ اگر پاکستان سلامتی چاہتا ہے تو پھر یہ قانون ختم ہونا چاہیے۔'' پاکستان میں مرزائیوں کی ترجمانی کئی لوگ کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے ''توہین رسالت کا قانون ختم ہونا چاہیے''۔ کئی بڑے بڑے سول حکام بھی جو ختم نبوت پر پروگرام کرنے، لکھنے اور بولنے والوں کو جوان کے پاس اپنی سیکورٹی کی درخواست لے کر جاتے ہیں مذکورہ جماعت کی خوفناک دھمکیوں کی پیغام رسانی کی خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ زمین قدرے ہموار ہوچکی ہے۔ اب مکار نگاہیں ناموس رسالت کے قانون پر لگی ہوئی ہیں۔ غیر ملکی آقاؤں نے ڈگڈگی بجادی ہے اور بندوں کا ناچ شروع ہونے کو ہے۔ توہین رسالت کا قانون...... جو تمام مسالک کے نزدیک یکساں محترم و مقدس ہے...... کو یک بیک ختم کرنا شاید حکومت کے لیے اتنا آسان نہ مگر بازی

گروں کے پاس حیلوں کی کمی نہیں۔ ایک حیلہ جس کا بہت زیادہ امکان ہے وہ نظرِ ثانی (ریویو) کے نام پر قانون کو غیر معینہ مدت کے لیے سردخانے میں ڈالنے کا خوفناک طریقہ ہے۔ درباری بڑے احترام سے کہیں گے کہ ہم ناموسِ رسالت کے قانون کو بدلنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ فقط اس کے ''غلط استعمال'' کو روکنے کے لیے قانون پر از سرِ نو نظرِ ثانی کی ضرورت ہے۔ پھر ''نظرِ ثانی'' کے نام پر اس قانون کو التواء میں ڈال دیا جائے اور اس وقت تک عدالتیں اس قانون کے مطابق سزائیں نہ دے سکیں گی۔ یہ اسی گہری مکروہ سازش کے تانے بانے ہیں جس کی منادی نیویارک سے ہوئی ہے اور دیسی غلام، فرنگی آقاؤں کے فرمان پر دل و جان سے عمل کرنے کے لیے مچل رہے ہیں۔ ''توہینِ رسالت'' کا قانون ''ناموسِ رسالت'' کے پاسداروں کے لیے زندگی و موت کا مسئلہ ہے اور اس پر مسلکی اختلافات سے بالاتر ہو کر ردِّ عمل سامنے آئے گا۔ لیکن موجودہ حکومت...... جس کی پشت پر امریکہ و برطانیہ جیسی طاقتیں کھڑی ہیں...... کے پاس عوام کو نان ایشوز میں الجھانے کے بیسیوں طریقے ہیں۔

ہماری حکومت سادہ لوح عوام کو ان ایشوز میں الجھا کر اندر ہی اندر کام کرتی رہے گی۔ جب پانی سر سے گزر جائے گا تو عوام اور علماء بیدار ہوں گے۔ احتجاج ہوگا، جلسے جلوس ہوں گے اور پھر آہستہ آہستہ حالات معمول پر آجائیں گے۔ نصابِ تعلیم میں تبدیلی کے وقت اور حدود آرڈیننس کے خاتمے کے وقت یہی ہوا تھا۔ لہٰذا اگر پاکستان کے مسلمان چاہتے ہیں کہ توہین رسالت کا قانون اور امتناعِ قادیانیت آرڈیننس موجود رہے تو پھر ابھی سے تمام مکاتبِ فکر کے علمائے کرام اور عوام...... جو عاشقانِ رسول ہیں...... کو باہمی مل کر حکمرانوں اور امریکی ایجنٹوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانا چاہیے۔ شیخ سعدی نے صدیوں پہلے کہا تھا:

سرِ چشمہ شاید گرفتن بمیل
چوں پُرشُد نشاید گزشتن بہ پیل

(مطبوعہ: روزنامہ ''جنگ'' 5/ اکتوبر 2009ء)

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

آہ بے چاری شریعت! اپنے بھی خفا مجھ سے......

عبدالرشید ارشد (جوہرآباد)

عالم اسلام کو چھوڑ یئے کہ کوئی بھی نظریاتی سلطنت ہونے کی دعوے دار نہیں ہے۔ یہ اعزاز صرف اسلامی جمہوریہ پاکستان کو حاصل ہے۔ جس کے بانی قائداعظم نے تخلیق وطن سے قبل ہی کئی بار واشگاف الفاظ میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ میری ساری محنت صرف اور صرف اس لیے ہے کہ ایک خالصتاً اسلامی نظریاتی ریاست وجود میں آئے قرآن وسنت جس کا دستور ہو، جہاں مسلمان اور غیر مسلم مکمل آزادی کے ساتھ اسلامی شریعت کے فیوض وبرکات سے فیض یاب ہوتے زندگی گزاریں۔ یہ مملکت میرے لیے آخری کا زادِراہ بن جائے۔

بدقسمتی نے جنم لیا کہ قیامِ وطن کے بعد ایک ہی سال گزرا جب بانیٔ پاکستان، داعی اسلام، قوم کو بیچ منجھدار چھوڑ کر اپنے خالق کے حضور پیش ہوئے۔ وارث ایسے تھے جن کی جھولی میں مسلمان ہونے کا ''انتہائی وزنی دعویٰ'' تو تھا مگر وہ ہر لمحہ اسلام سے خائف تھے۔ دعویٰ اسلام تو تھا مگر عملی زندگی کا اسلام سے عملاً کوئی واسطہ نہ تھا۔ عملی زندگی میں جو رویے غیر مسلموں کی عمومی زندگی میں تھے وہی رویے کم وبیش ان مسلمان کہلوانے والوں میں پائے جاتے تھے۔ صرف ناموں کا فرق دیکھنے میں آتا تھا۔ کام اور عمل میں کوئی فرق نہ دیکھا گیا۔

مملکت محتاج ہوتی ہے۔ آئین ودستور کی جو یہاں بنتے رہے، بگڑتے رہے کہ ہر کوئی ''بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست'' گنگناتے زندگی کی دوڑ میں مصروف دیکھا جاتا رہا۔ جہاں تک علمائے کرام کا تعلق تھا جو انبیاء علیہم السلام کے جائز وارث ہونے کے دعوے دار تھے۔ گنتی کے علمائے کرام کو چھوڑ کر، اکثریت اپنے حقیقی مقام ومرتبہ سے منہ موڑے فروعی اختلافات کو ہوا دینے اور کفر سازی میں مشغول رہی۔ سیاست دان اور علماء مل کر قوم کی تعمیر کرتے ہیں اور بیوروکریسی اس کام میں معاونت کرتی ہے مگر یہاں بیوروکریسی بھی کالے انگریزوں پر مشتمل تھی۔ اِلّا ماشاءاللہ۔

1973ء میں متفقہ طور پر ایک آئین قوم کا مقدر بنا۔ قرارداد مقاصد اگرچہ اس کا حصہ بنی، آئین کی پیشانی پر لکھ دیا گیا کہ قرآن وسنت کے منافی کوئی ضابطہ ملک میں نافذ العمل نہیں رہے گا مگر عملاً جو کچھ سامنے آیا وہ وہی کچھ تھا اور آج بھی کم وبیش وہی کچھ جو انگریز آقانے ورثے میں اپنی ''ذُریّت'' کے سپرد کیا تھا۔ اشک شوئی کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل، فیڈرل شریعہ کورٹ اور سپریم شریعہ اپیلٹ کورٹ بنائے گئے مگر ان اداروں کی کارکردگی اور ان کا عملہ ہمیشہ ہی

باعث نزاع رہا۔ یہ تہمت نہیں حقیقت ہے۔

''اسلامی جمہوریہ پاکستان میں قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون سازی نہ ہوگی'' اور پارلیمنٹ کی پیشانی پر کلمہ طیبہ لکھ دیا گیا۔ ہائی کورٹوں اور سپریم کورٹ کی پیشانیوں پر قرآنی آیات کندہ کردی گئیں۔ انصاف کے ترازو نصب کردیئے گئے مگر کیا ان سب اداروں میں قرآن وسنت کے مطابق فیصلے ہوتے رہے؟ کیا انہی عدالتوں نے آج تک ''اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اعلانِ جنگ'' سود کو برقرار نہیں رکھا؟ کیا آج تک ثابت شدہ زانی کو سنگسار کروایا؟ کیا کسی عدالت نے مسلّمہ چور کا ہاتھ کٹوایا؟ کسی ڈاکو پر حد نافذ کروائی؟ کیا عدلیہ نے، انتظامیہ نے باہم مل کر عوام کے مسائل پر کوئی اہم فیصلہ کیا؟ کیا شریعت یعنی قرآن وسنت میں غریب اور امیر کا وہ فرق جو مٹنا چاہیے تھا کبھی مٹانے کی کسی نے کوشش کی؟ ایک شخص تجارت سے، صنعت سے کروڑ پتی، ارب پتی بن جائے، اسلام اس پر کوئی قدغن نہیں لگاتا۔ ماسوائے زکوٰۃ کی فرضیت کے یا انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب کے۔ کمائی کے حلال ہونے پر زور دیتا ہے مگر اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کو اسلام یہ کہاں اجازت دیتا ہے کہ گریڈ ایک سے سولہ تک تو چند ہزار روپے ماہوار کا منہ دیکھ سکیں اور کچھ لاکھوں ماہوار لوٹیں۔

اسلامی شریعت ریاست کو مجبور کرتی ہے کہ بلا لحاظ مذہب وقومیت ہر شہری کو وسائل رزق کی فراہمی لازم بنائی جائے مگر اسلامی جمہوریہ پاکستان میں قرآن وسنت کو سپریم لاء تسلیم کر لینے بلکہ درست الفاظ تحریر کی حد تک قبول کر لینے والوں نے اس بات کا خصوصی اہتمام کیے رکھا کہ غریب ہر حالت میں غریب ہی رہے اور لاکھوں ماہوار پر سفید ہاتھی ہر محکمہ اور ہر شعبہ میں غریب کے حصہ کا ''چارہ'' ہڑپ کرتے رہیں۔ پی آئی اے ہو، عدلیہ ہو، کارپوریشنوں میں اعلیٰ عملہ ہو یا سرکاری اعلیٰ افسران ہوں کیا یہ اوران کے بچے سونا اور جواہرات کھاتے ہیں؟

سنا گیا کہ پی ٹی وی میں اعلیٰ اسامیوں پر تیس تیس، پینتیس پینتیس لاکھ ماہوار اور اسی قدر مراعات پر تعیناتیاں کی گئی ہیں۔ پی آئی اے کے چیئرمین 28 لاکھ ماہوار پر بھرتی ہوئے۔ کم وبیش اسی قدر ماہوار مراعات تھیں۔ موصوف نے 3 سالہ کنٹریکٹ کا پیشگی 10 کروڑ (اخباری اطلاع کے مطابق) ایڈوانس وصول کرلیا۔ اسی طرح بے شمار وزراء کی فوج ظفر موج تنخواہوں اور مراعات کے نام پر عیاشی کرتی دیکھی جارہی ہے۔ امریکہ جیسے بڑے ملک میں تو درجن ڈیڑھ درجن وزراء سے کام چل رہا ہے اور مقروض بلکہ کشکول پکڑے مزید قرضوں کے طالب پاکستان میں صوبائی اور وفاقی سطح پر وزراء اور مشیروں کی بٹالین بھرتی کی گئی ہے۔ اُن کے نازنخرے اٹھانے کے لیے قرض لیے جاتے ہیں کہ ادائیگی تو کوئی بعد میں آنے والا کرے گا۔ وزراء کی بلٹ پروف گاڑی، اعلیٰ بنگلے اور سٹیٹس والی مراعات اُن کی عوام میں ''مقبولیت'' کا ثبوت ہیں کہ وہ عوام کا غم اور دکھ درد لنچ اور ڈنر کے ساتھ کھاتے ہیں۔ جس جمہوریت کے غم میں نڈھال امریکہ نے افغانستان اور عراق پر یلغار کی۔ جس جمہوریت کا دعویٰ پاکستان میں کیا جارہا ہے۔ یہ محض عوام کو بے وقوف بنانے والی جمہوریت ہے۔ کونسا فیصلہ ہے جس میں عوامی رائے کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اس جمہوریت کو شورائیت سے مماثلت دینے والے احمقوں کی

جنت میں رہتے ہیں کہ اس جمہوریت کا شورائیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ عوام صرف ووٹ دینے کے لیے ہیں۔ فیصلہ ساز تو بیوروکریسی ہے۔

شریعت کا نفاذ اور شریعت کا خوف آج کا اہم ترین مسئلہ ہے۔ کسی کے نزدیک نفاذِ شریعت حکومت کے اندر حکومت بننا ہے تو کسی کو خطرہ ہے کہ یہ شریعت پھسل کر اسلام آباد کے راستے لاہور اور کراچی کوئٹہ تک پہنچ جائے گی اور یوں ملک کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے گا۔ قوموں کی روشن خیال برادری میں ہم "بنیاد پرست نِکّو" بن جائیں گے۔ غرض آج کا اہم قضیہ شریعت ہے۔ روشن خیالوں کے نزدیک موجودہ نظامِ عدل اور مملکت کے دیگر سبھی امور شریعت کے مطابق چل رہے ہیں اور انھیں بدلنے کی کوشش کرنا، شریعت کو مجروح کرنا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ سوات کے صوفی محمد کے علاوہ بھی تو ملک کے علماء ہیں۔ انھوں نے کبھی اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نفاذِ شریعت کی نہ بات کی۔ علماء کے سرخیل مولانا فضل الرحمٰن اور وفاقی وصوبائی وزراء مذہبی امور بھی سرکاری شریعت پر مطمئن ہیں۔

صوفی محمد صاحب مطالبہ نفاذِ شریعت محمدی میں تو حق بجانب ہیں۔ اسلامی نظامِ عدل کو بالفعل نافذ کرنا ہر "مرض" کا شافی علاج ہے۔ مگر اُن کے رویے اور مطالبے کے طریقے سے اختلاف ہے کہ انھوں نے **ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن** کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے نوٹس اور الٹی میٹم کا طریقہ اپنایا ہے جو قرآنی طریقہ اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید سے محروم ہے کہ نفاذِ شریعت ایک تدریجی عمل ہے اور یہ ڈنڈے کے زور پر نافذ نہیں ہوسکتی۔ جن عوام پر اسے نافذ کرنا ہے اُن کی ذہنی تیاری کے لیے درکار وقت کا خیال رکھنا بنیادی تقاضا ہے۔ نفاذِ شریعت مارشل لاء کا ضابطہ نمبر 1، 2 یا 4 نہیں ہے۔ ہنگامی اقدامات سے نافذ شریعت دیرپا اثرات نہیں دکھاتی۔

مکہ کے معاشرہ پر اگر شراب کو خالق نے بیک جنبشِ قلم حرام قرار دے کر مثال قائم کی ہوتی تو ہم استدلال کرتے۔ مکمل شریعت بیک وقت نافذ کرنے اور اس کے کامیاب ہونے کا یقین کر لیتے۔ خالق انسانی نفسیات و داعیات کا بہتر جاننے والا ہے۔ لہٰذا اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تدریج کے ساتھ لمبے عرصے میں تکمیل نفاذِ شریعت کا کام سرانجام دیا بلکہ امت کے سامنے اسے بطور مثال رکھا کہ آنے والے یہی راہ اپنائیں۔ آج ایک رات یا ایک دن میں داڑھی رکھوانا، ویڈیو سے نفرت کرنا، گانے کی جگہ تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرنا، سود سے بچ جانا یا ایسی ہی دیگر معاشرتی خرابیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا نفاذِ شریعت کے ایجنڈے کا پہلا نقطہ قرار پا رہا ہے جو حکمت وبصیرت کی نفی کرتا ہے۔ نفاذِ شریعت کا کام برسوں کی محنت کا متقاضی ہے۔ مارشل لاء طرز پر کام کریں گے تو چند ماہ بعد اُلٹے نتائج سامنے آنے شروع ہو جائیں گے۔ سب سے پہلے نظامِ تعلیم اور نظامِ عدل پر توجہ دیجیے۔ جس قدر ان میں اصلاحِ احوال ہوگی اُسی قدر نفاذِ شریعت کی راہ ہموار ہوتی رہے گی اور پھر اسی میں استمرار کی ضمانت بھی ہوگی۔

شریعت سے پرائیوں ہونا تو سمجھ میں آتا ہے کہ اُن کی دشمنی اسلام سے ہے اور یہ دائمی ہے۔ اگرچہ تاریخ کی

گواہی سے صفحات پُر ہیں کہ اسلامی شریعت جہاں بھی اور جب بھی بالفعل نافذ رہی۔ مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں نے بھی ہر شعبۂ زندگی میں اس سے فیض حاصل کیا۔ Preaching of Islam میں ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ نے کھلے الفاظ میں اسلام کے نظامِ شریعت کا اعتراف کرتے مثالیں دی ہیں کہ کس طرح اپنے ہم مذہب عیسائی حکمرانوں کے مقابلے میں مسلمان حکمرانوں کو ترجیح دی اور مسلمانوں کی معاونت کی۔ یہ یہود کا تعصب اور آتشِ انتقام ہے جس نے عیسائی برادری کو ہم نوا بنا کر اسلام کے سامنے لا کھڑا کیا اور اسی لیے قرآن حکیم میں خالق نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے دوست نہیں ہوسکتے۔ یہ اس خالق کا فرمان ہے جو یہود و نصاریٰ کا بھی خالق ہے اور مسلمانوں کا بھی۔ دونوں طرح کے منہج اور رویّوں سے پوری طرح باخبر ہے۔ یہ ''اپنے'' نفاذِ شریعت سے اس لیے خائف ہیں کہ عملی زندگی کی تمام تر ''لذتیں'' منہ موڑ جائیں گی اور زندگی ''بے کیف'' ہو جائے گی۔ شرعی نظامِ تعلیم اور نظامِ عدل عملاً نافذ ہوگیا تو سارے اَللّے تللّے چھوڑنے ہوں گے۔ عدالت کے سامنے سربراہ مملکت کو بھی جوابدہ ہونا پڑے گا۔ جو موجودہ مبینہ ''شرعی نظام'' میں مقدس گائے بنا ہر محاسبہ سے مبرا ہے۔ اس نظامِ عدل سے لوٹ کھسوٹ ممکن نہ رہے گی بلکہ سادہ زندگی گزارنا پڑے گی۔ قرضوں کا نظام بدل جائے گا اور ''مقروض'' سے پائی پائی وصول کی جائے گی۔ غریب مقروض کا قرض حکومت ادا کرنے کی پابند ہوگی۔

اسلام سے محبت کے دعوے دار آج ''دودھ پینے والے مجنوں'' ہیں۔ خون دینے والے طالبان بن کر بدنام ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی محنت کامیاب ہے کہ انھوں نے ہر شعبۂ زندگی میں اپنے زرخرید ضمیر فروش گھس بیٹھیے داخل کر رکھے ہیں۔ خصوصاً بیوروکریسی، دینی و سیاسی جماعتوں میں یا دانشوروں، صحافیوں اور ثقافت کے ٹھیکیداروں میں۔ ہر کوئی یہ جانتا ہے مگر اپنی صفوں سے انھیں نکال باہر کرنے کی بجائے ان کی گرفت میں ہے۔

نفاذِ شریعت بالفعل اور بتدریج پاکستان کا مقدر صرف اُسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ بیوروکریسی، علماء اور میڈیا (پرنٹ اور الیکٹرانک) باہم مل کر کام کریں۔ علماء اور میڈیا سماجی واخلاقی اور دینی اقدار کو اجاگر کر کے عوام کی کردار سازی کریں۔ بیوروکریسی تدریج کے ساتھ نظامِ تعلیم کے نفاذ میں مدد دے، روڑے نہ اٹکائے اور اس اتحادِ ثلاثہ کو نظامِ عدل تحفظ دے اور سدِ راہ ثابت ہونے والوں کو کٹہرے میں کھڑا کرے۔ جب تک کام اس ڈھب سے نہ ہوگا مطلوبہ نتائج سامنے نہ آسکیں گے اور شریعت بے چاری خواہ مخواہ بدنام ہو کر طعنہ بنی رہے گی۔ نہ صوفی محمد کامیاب ہوں گے اور نہ ہی کوئی اور۔ افغانستان کے طالبان نے یہ کام کیا تھا۔ سو فیصد تو درست نہ تھا مگر دو چار فیصد کی نظر انداز بھی کی جاسکتی ہے۔ طالبان کا نفاذِ شریعت کا یہ کارنامہ یہود و نصاریٰ کے سینے کی پھانس تھا جسے نکالنے کے لیے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کا ڈرامار چایا اور سوات فاٹا قبائل میں شریعت کا راستہ ''مذہبی انتہا پسندی'' کے خاتمے کے نام پر روکا جارہا ہے۔

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے بیٹے
آتش تاثیر کا سوانحی ناول
"Stranger To History"

محمد نعیم مرزا

سلمان تاثیر کے نوجوان صحافی بیٹے آتش تاثیر نے ایک سوانحی ناول Stranger to History میں اپنے والد سلمان تاثیر کے ساتھ اپنے تعلقات کی پیچیدگی کو موضوع بنایا ہے۔ آتش تاثیر کی والدہ ''تولین سنگھ'' کا تعلق بھارت کے ایک ممتاز سکھ گھرانے سے ہے۔ سلمان تاثیر اور تولین سنگھ کی ''شادی'' آتش تاثیر کی پیدائش کے ایک برس بعد ختم ہو گئی تھی۔ آتش نے اس ناول میں اپنے والد سلمان تاثیر کے اس رویے کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے کہ وہ جس مذہب کی اقدار و تعلیمات پر خود عمل نہیں کرتے۔ اس کی وجہ سے دوسروں کو تنقید کا نشانہ کیوں بناتے ہیں؟ آتش تاثیر اپنے اس ناول کو تلاشِ ذات کی ایک کوشش قرار دیتے ہیں۔ ممتاز بھارتی جریدے ''آؤٹ لُک'' نے آتش تاثیر کے ناول کے حوالے سے ان کا ایک انٹرویو شائع کیا ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے اس انٹرویو کی تلخیص پیش کی جا رہی ہے۔

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے بھارتی بیٹے ''آتش تاثیر'' نے ایک سوانحی ناول تحریر کیا ہے۔ بھارتی جریدے ''آؤٹ لُک'' نے اس ناول کے مندرجات کچھ یوں بیان کیے ہیں۔

''ایک پاکستانی سیاست دان سلمان تاثیر صحافی ''تولین سنگھ'' کے درمیان تعلقات کے نتیجے میں ایک بچہ (آتش تاثیر) پیدا ہوتا ہے۔ بچے کی پیدائش کے بعد ایک برس کے عرصے میں ہی سلمان تاثیر اور تولین سنگھ کی ایک دوسرے کے لیے محبت سرد پڑ جاتی ہے اور بقول آتش تاثیر ان تعلقات کو شروع کرنے والے سلمان تاثیر بچے اور اس کی والدہ کو لندن ہی میں چھوڑ کر واپس پاکستان چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد تولین سنگھ اپنے بیٹے آتش تاثیر کو لے کر دہلی چلی جاتی ہیں۔ جہاں بچے کی پرورش ایک ممتاز سکھ گھرانے میں ہوتی ہے۔

آتش تاثیر نے اپنے ناول میں لکھا ہے کہ اپنے ننھیال میں پروان چڑھتے ہوئے ان کو اس بات کا شدت سے احساس ہوتا تھا کہ وہ خاندان میں موجود دیگر بچوں سے کچھ مختلف کچھ الگ تھلگ ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بیک وقت دو

ایسے ملکوں سے تعلق رکھتے تھے جن کے باہمی تعلقات کبھی بھی مثالی یا دوستانہ نہیں رہے۔ایک پاکستانی مسلمان اور بھارتی سکھ خاتون کی اولاد ہونے کی وجہ سے آتش کو ایک عجیب وغریب ذہنی کشمکش کا سامنا رہا ہے۔

''آؤٹ لُک'' کو دیئے گئے انٹرویو میں آتش تاثیر کا کہنا ہے کہ وہ ہر لحاظ سے بھارتی ہیں۔انھیں بھارت کی تہذیب وثقافت پسند ہے۔وہ نظریۂ پاکستان کو تسلیم نہیں کرتے مگر ان تمام باتوں کے باوجود اس حقیقت سے آنکھیں نہیں چرا سکتے کہ اپنے والد سلمان تاثیر کے حوالے سے پاکستان کے ساتھ ان کا ایک مضبوط اور گہرا تعلق موجود ہے۔

ایک سوال کے جواب میں آتش تاثیر نے بتایا کہ انھوں نے دو مرتبہ اپنے والد سلمان تاثیر کو ملنے کے لیے پاکستان کا دورہ کیا مگر دونوں مرتبہ انھیں اپنے والد کی سرد مہری کا سامنا کرنا پڑا۔2002ء میں آتش نے پاکستان جا کر اپنے والد سے ملنے کی کوشش کی۔اس سلسلے میں انھیں خاندان کے دیگر افراد کی حمایت اور مدد بھی حاصل تھی۔تاہم ان کے والد نے انھیں اپنانے سے انکار کر دیا۔

اپنے ناول Stranger to History کے متعلق بات کرتے ہوئے آتش تاثیر کہتے ہیں کہ اگر چہ ناول کی کہانی کئی اعتبار سے غیر معمولی ہے مگر اس کے باوجود ہر شخص کی کہانی قرار نہیں دی جاسکتی۔یہ دراصل ایک بیٹے کی اپنے والد کے ساتھ ان تعلقات کی داستان ہے جن کو باپ نے کبھی کھلے دل سے اور پورے خلوص کے ساتھ تسلیم ہی نہیں کیا۔

آتش تاثیر کا گزشتہ 15 ماہ سے اپنے والد گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے ساتھ کوئی رابطہ نہیں ہے۔ان کے تعلقات میں اہم موڑ اس وقت آیا تھا جب 2005ء میں ایک برطانوی جریدے کے لیے آتش تاثیر نے ایک مضمون لکھا۔یہ مضمون برطانوی مسلمانوں کی اس نوجوان نسل کے بارے میں تھا جو شدت پسندی سے متاثر ہو رہی ہے۔آتش نے اس مضمون میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ برطانوی نوجوان مسلمانوں کا اصل مسئلہ ان کے لیے اپنی شناخت قائم کرنے میں ناکامی ہے۔برطانوی میگزین نے یہ سٹوری کور ٹائٹل کے طور پر شائع کی۔یہ نوجوان صحافی آتش تاثیر کے لیے ایک بڑی کامیابی تھی۔وہ چاہتے تھے کہ ان کے والد سلمان تاثیر بھی ان کی اس کامیابی کی تحسین کریں۔اس مقصد کے لیے آتش نے یہ مضمون اپنے والد کو بھی بھجوایا۔آتش کی توقع کے بالکل برعکس ان کے والد سلمان تاثیر کی جانب سے ان کی تعریف کی بجائے انھیں ایک غصے بھرا خط موصول ہوا جس میں آتش کی اس بات پر سرزنش کی گئی تھی کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مذموم پراپیگنڈہ کر کے خاندان کے نام کو دھبہ لگا رہا ہے۔آتش تاثیر کہتے ہیں کہ وہ اس قسم کی ''تعریف'' کے لیے ہرگز تیار نہیں تھے۔ان کے لیے یہ بات ناقابل فہم تھی۔ان کے والد سلمان تاثیر کس طرح انھیں اسلام کے خلاف مذموم پراپیگنڈہ کے لیے تنقید کا نشانہ بنا سکتے ہیں کیونکہ وہ تو خود بھی فقط نام کے مسلمان ہیں۔وہ ہر شام اسکاچ پیتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، نہ روزہ رکھتے ہیں۔حتیٰ کہ سؤر کا گوشت بھی کھا لیتے ہیں۔آتش تاثیر کے مطابق ان کے والد نے خود انھیں بتایا کہ ایک مرتبہ وہ

کسی سیاسی مقدمے میں قید تھے۔ جیل کے حکام نے انھیں پڑھنے کے لیے صرف قرآن شریف ہی دیا جس کو پڑھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اس میں ان کے کام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ آتش کے خیال میں ان کے والد سلمان تاثیر جیسے ''مسلمان'' کی طرف سے انھیں اسلام اور مسلمانوں پر تنقید کا مجرم قرار دینا ان کے لیے ناقابل قبول اور ناقابل فہم تھا۔ آؤٹ لُک کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا ناول لکھ کر انھوں نے اپنے والد کے ساتھ اچھے تعلقات کا رکا امکان بھی ختم نہیں کر دیا۔ اس پر آتش کا کہنا تھا کہ وہ ناول لکھتے یا نہ لکھتے اپنے والد کے لیے ہر دو صورتوں میں ناپسندیدہ شخصیت ہی رہتے۔ تاہم ان کا خیال ہے کہ ان کے والد ایک ذہین اور تعلیم یافتہ شخص ہیں اور آتش کو توقع ہے کہ کسی نہ کسی روز وہ سمجھ ہی جائیں گے۔

پاکستان اور پاکستانیوں کے متعلق اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے آتش تاثیر قدرے مایوس نظر آتے ہیں۔ ان کے خیال میں پاکستانیوں کی نئی نسل بھی بھارت اور بھارتیوں پر اعتماد کرنے کو تیار نہیں۔ آتش کا کہنا ہے کہ جب وہ واہگہ کے راستے بھارت سے پاکستان جا رہے تھے تو بھارت والوں نے ان کی بھارتی شہریت دیکھتے ہوئے انھیں کہا: ''سنبھل کر جانا، دھیان سے جانا اور جلدی واپس آ جانا'' وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جب وہ سرحد کے اس پار یعنی پاکستان پہنچے تو پاکستانیوں نے نہایت خوش دلی سے ان کا استقبال کیا۔ آتش سمجھتے ہیں کہ یہ حقیقت ہے کہ میرے والد کا رویہ میرے ساتھ اچھا نہیں تھا مگر عام پاکستانیوں نے میرے لیے بہت گرم جوشی اور محبت کا اظہار کیا اور اس طرح اس تکلیف کی تلافی ہوگئی جو والد صاحب کی سرد مہری کی وجہ سے مجھے ہوئی تھی۔ تاہم ان لوگوں کے لیے یہ بات ناقابل فہم تھی کہ میں بھارت میں ہی کیوں رہنا چاہتا ہوں۔ دوسرے یہ لوگ عام پاکستانی اور میرے سوتیلے بہن بھائی بھی ہندوؤں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ میری سوتیلی بہن جب مجھ سے ملی تو انھوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا مجھے بہت خوشی ہے کہ تم چھوٹے سے کالے رنگ کے ہندو نہیں ہو۔

''آؤٹ لُک'' کے ایک سوال کے جواب میں آتش تاثیر نے بتایا کہ جب انھوں نے اپنے والد سلمان تاثیر کو اپنے ناول کے بارے میں آگاہ کیا تو انھوں نے مجھے خبردار کیا کہ اگر اس ناول میں پاکستان یا اسلام کے خلاف گند اُچھالنے کی کوشش کی تو وہ اس کو ہرگز نہیں پڑھیں گے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر چہ میں یعنی آتش تاثیر ارادتاً کسی تعصب کا مظاہر نہیں کر رہا مگر اس کے باوجود میرے اندر تعصب موجود ہے اور وہ یعنی سلمان تاثیر کسی ایسی بات کی اجازت نہیں دے سکتے جس میں اسلام یا پاکستان کے خلاف باتیں کی گئی ہوں۔ اس مقام پر بھی آتش کو حیرت ہوتی ہے کہ ان کے والد سلمان تاثیر جیسا ''مسلمان'' انھیں تنقید کا نشانہ بنا رہا ہے۔

اپنے والد کے ساتھ آخری ملاقات کی تفصیل بتاتے ہوئے آتش تاثیر کا کہنا تھا کہ بے نظیر بھٹو کی شہادت کے فوراً بعد انھیں اپنے والد سے ملاقات کا موقع ملا۔ وہ کہتے ہیں:

''مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ وہ بے نظیر بھٹو کی موت پر بہت دکھی تھے۔ مجھے یقین ہے کہ میرے والد اپنے ملک سے محبت کرتے ہیں اور ان کی دِلی خواہش ہے کہ پاکستان اپنے قدموں پر کھڑا ہوجائے۔''

اپنے والد کے گورنر بننے پر تبصرہ کرتے ہوئے آتش تاثیر کا کہنا تھا کہ ان کے والد ایک کامیاب بزنس مین ہیں اور انھیں گورنر بننے کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی۔

برطانیہ کے شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والی لیڈی گبریلا مارینا الیگزینڈرا اوفیلیا جو جارج پنجم اور ملکہ میری کے پوتے پرنس آف کینٹ شہزادہ مائیکل کی بیٹی ہیں۔اس کے ساتھ اپنی دوستی کے حوالے سے آتش تاثیر کا کہنا تھا کہ ان کی ملاقات وینٹی فیئر میگزین میں دو ہفتے کی انٹرن شپ کے دوران ہوئی اور دونوں ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہوگئے۔ ان کی دوستی تین برس تک قائم رہی جس کے دوران یہ جوڑا اکثر اخبارات کے صفحات کی زینت بنتا رہا۔ان کی دوستی اس وقت زیادہ مشہور ہوگئی جب ممتاز شخصیات کے حوالے سے خبریں اور تصاویر شائع کرنے والے معروف جریدے ''ہیلو' Hello میگزین سرورق پر ان دونوں کی تصاویر شائع کرتا ہے، ان کو پیسے بھی دیتا ہے۔تاہم آتش کا دعویٰ ہے کہ ان دونوں کی تصاویر شائع کرنے کے معاوضے کے طور پر ملنے والا چیک ان کی دوست گبریلا ونڈسر یا 'ایلا' نے وصول کیا تھا۔ان کی دوستی تین برس قائم رہنے کے بعد اس وقت ختم ہوگئی جب 'ایلا' نے آتش کے ساتھ بھارت جانے سے انکار کردیا اور ان دونوں کا اب آپس میں کوئی تعلق باقی نہیں ہے۔

(مطبوعہ: ماہنامہ ''ساحل انٹرنیشنل'' کوپن ہیگن/ اپریل 2009ء)

سید عطاء المحسن بخاریؒ: اک ضربِ کلیمانہ

ڈاکٹر محمد عمر فاروق

جنرل ضیاالحق کی دعوت پر تمام سیاسی جماعتوں کے سربراہ جمع تھے۔ جنرل ضیاء الحق نے دروان تقریر مستقبل میں جمہوریت کی بحالی اور دیگر حکومتی وعدوں کے تاج محل دکھانا شروع کیے تو ان کی تقریر کے فوراً بعد ایک بے خوف رہنما اور بے باک مجاہد نے جنرل ضیاء سے یہ گستاخانہ سوال کرنے کی جسارت کی تھی کہ محترم آپ کے پیش رو حکمران بھی ہمیشہ ایسے ہی سبز باغ دکھا کر اپنے عرصۂ اقتدار کو طول دیتے چلے آئے ہیں۔ آپ کے پاس کیا ضمانت ہے کہ آپ ان طفل تسلیوں کو حقیقت میں ڈھال دیں گے؟ اس غیر متوقع سوال پر مرحوم جنرل ضیاء گڑ بڑا کر رہ گئے اور ایک آدھ جوابی جملہ کہہ کر کھسیانی ہنسی میں مردم شناس کے سوال کو گول کر گئے۔ سوال کرنے والی شخصیت ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاریؒ تھے جو مجلس احرار اسلام کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے اجلاس میں شریک تھے۔

شاہ جیؒ کی سیاسی بصیرت نے اسی لمحے بھانپ لیا تھا کہ یہ شخص اقتدار نہیں چھوڑنا چاہتا۔ چنانچہ انھوں نے اسی وقت اپنی فائل پر یہ جملہ لکھ کر اسے بند کر دیا ''یہ شخص کم از کم دس سال تک اقتدار نہیں چھوڑے گا۔''

سید عطاء المحسن بخاریؒ برصغیر پاک و ہند کے ممتاز قومی و دینی رہنما حضرت امیر شیریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے فرزند گرامی تھے۔ لیکن انھوں نے اپنی شخصیت کی برتری کے لیے اس نسبی حوالے کو کبھی استعمال نہ کیا۔ بلکہ ان کی اپنی ذات کی گوناں گوں صفات نے انہیں معاصرین میں انفرادیت ومقبولیت بخشی۔

سامراجیت و استعماریت دشمنی مجلس احرار اسلام کا طرۂ امتیاز تھی۔ جب تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت کی پاداش میں مجلس احرار دس برس کے لیے کالعدم قرار دی گئی تھی۔ تو شاہ جی کا سامراج دشمن مزاج انہیں نیشنل عوامی پارٹی (نیپ) میں لے گیا۔ جب مجلس احرار سے پابندی اٹھالی گئی تو آپ احرار میں واپس آ گئے۔ اور مجلس احرار کے بزرگ رہنماؤں شیخ حسام الدین اور ماسٹر تاج الدین انصاری کے شانہ بشانہ عوامی رابطہ مہم کے لیے ملک گیر طوفانی دورے کیے۔ آپ کے برادر اکبر حضرت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ اور آپ کی طویل صبر آزما جدوجہد کے نتیجے میں مجلس احرار نے بہت جلد قوت واستحکام حاصل کر لیا۔

اس عہد میں کمیونسٹ اور سوشلسٹ کہلانا ایک فیشن سا بن گیا تھا۔ وسیع وعریض جاگیر، بھاری بینک بیلنس کا مالک سرمایہ دار قیمتی گاڑی میں کھدر پہن کر بیٹھتا اور کمیونزم کی چھتری تلے محض وقت گزاری کے لیے پرولتاریوں کے مسائل پر رائے زنی کرتا۔ خدا اور رسول اور مذہب کو تضحیک کا نشانہ بناتا۔ اس وقت مجلس احرار اسلام واحد دینی وسیاسی جماعت تھی۔ جس نے پاکستان میں سب سے پہلے اس فکری گمراہی کے مرتکب منافقوں کے رویوں کی حقیقت سے پردہ اٹھایا اور بحیثیت مجموعی ان نظاموں کے خلاف پہلی مضبوط آواز بلند کی۔ سید عطاء المحسن بخاری نے اس جہاد میں استحصالی طبقوں کے مزدور کش مظالم کے سدباب کے لیے تاریخی کردار ادا کیا۔ بعض مذہبی جماعتیں بھی وڈیروں کی ہم نوا تھیں۔ اس طرح مزدوروں اور کسانوں کے معاشی قتلِ عام میں مذہب کا سہارا لیا جا رہا تھا۔ جس پر آپ نے ایک پر مغز تحقیقی مقالہ ''اسلام دولت کی مساوی تقسیم کا قائل ہے'' لکھ کر شرعی برہمنوں کا ناطقہ بند کر دیا۔

مجلس احرار اسلام نے قیام پاکستان کے بعد انتخابی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ اور تمام تر توجہ تبلیغ اسلام، تحفظ ختم نبوت اور اصلاح معاشرہ پر مرکوز کر لی تھی۔ جب کہ بعض مذہبی جماعتوں نے لادین سیاستدانوں کی پیروی میں جمہوریت کو اسلام کے مقابلے میں بطور نظام زندگی کے اپنا لیا تھا۔ لیکن مجلسِ احرار نے سید صاحب کی قیادت میں اسلامی شورائی نظام کو مکمل نظام حیات قرار دے کر نفاذ و قیام حکومت الٰہیہ کے لیے جدوجہد جاری رکھی۔ جس پر جمہوری فرزندوں نے ناک بھوں چڑھائی۔ مگر قائدین احرار کے مؤقف کی صداقت کی اس سے بڑھ کر کیا گواہی دی جاسکتی ہے کہ آج سب کچھ لٹانے کے بعد بعض دینی جماعتیں بھی مروجہ سیاست اور جمہوری نظام کو ترک کرنے پر مجبور ہوگئی ہیں۔

سید عطاء المحسن بخاریؒ نے عوام میں مذہب کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ معاشرتی ناہمواریوں کے خلاف آواز اٹھائی اور مذہبی اجارہ داروں کے دوغلے پن کو بے نقاب کیا۔ انھوں نے رسم ورواج کی گرد ہٹا کر اسلام کو اس کی اصلی حالت میں پیش کیا۔ سید عطاء المحسن بخاری کی تریسٹھ سالہ زندگی کے کارنامے یوں تو بے شمار ہیں کہ انھوں نے لادین نظام کے خلاف جہاد کیا۔ گستاخانِ صحابہؓ کو لگام دی۔ قادیانیت کی سرکوبی کی اور ربوہ (چناب نگر) میں مسلمانوں کی پہلی مسجد کی بنیاد رکھی۔ لیکن میرے نزدیک ان کی حیات مبارکہ کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ انھوں نے مجھ جیسے سینکڑوں نوجوانوں کی زندگی کا رخ بدل ڈالا۔ انھوں نے نوجوانوں میں فکری و نظریاتی محنت کی۔ جس کا نتیجہ ہے کہ آج ان کے خوشہ چیں جہاں بھی ہیں۔ وہ نظریاتی اعتبار سے اتنے مظبوط و مستحکم ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا اشتراکی، جمہوری یا مذہبی ڈیرے داران کی فکر ونظر کو متاثر و مرعوب نہیں کرسکتا۔

مجھے اعتراف ہے کہ بچپن ہی سے جس عظیم شخصیت نے میرے دل ودماغ پر اپنے کردار وعمل سے قبضہ جمایا، وہ سید عطاء المحسن بخاری تھے۔ جو روایتی مولوی، قدامت پرست واعظ یا زاہد خشک نہ تھے۔ بلکہ وہ ہر دلعزیز اور پہلو دار

شخصیت تھے۔ بیک وقت عالم، شاعر، خطیب، صحافی، کالم نگار اور سیاسی رہنما بھی تھے، لیکن انھوں نے اپنی بڑائی اور بزرگی کی دھونس کبھی نہ جمائی۔ انھوں نے کارکنوں سے بیٹوں کی طرح پیار کیا۔ ان کی ذات میں باپ کا سا جلال اور ماں جیسی نرم وگداز محبت بھی تھی۔ وہ محفلوں کی جان تھے۔ ان کی بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی ضرب المثل تھی۔ وہ ایسی دلنواز شخصیت کے مالک تھے کہ ہر ملنے والا یہی سمجھتا کہ ان کا یہ التفات میرے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

تلہ گنگ...... دینی وسیاسی سرگرمیوں کے حوالے سے ایک اہم مقام کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے تلہ گنگ میں آنے والے نامور مقررین کو سنا ہے۔ انہیں ابنِ امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاریؒ سے بخوبی آگاہی وشناسائی حاصل ہے۔

سید عطاء المحسن بخاری بیک وقت ایک معتبر عالم دین، ممتاز قومی رہنما، نامور خطیب، منفرد لہجے کے شاعر اور مقبول عام کالم نگار بھی تھے۔ شاہ جیؒ نے 1968ء میں تلہ گنگ کا پہلا دورہ کیا اور پھر تقریباً 1997ء تک وہ سینکڑوں مرتبہ اس سرزمین کو اپنی شعلہ بار خطابت سے سرفراز کرتے رہے۔ وہ پیشہ ور واعظ نہ تھے کہ ان کی نگاہ عقیدت مندوں کی جیبوں پر ہی رہتی۔ بلکہ وہ ایک دریا دل اور یار باش شخصیت کے مالک تھے۔ جنھوں نے لٹایا بہت کچھ ہے مگر کمایا کچھ نہیں۔ ہاں انھوں نے تحصیل تلہ گنگ کے باسیوں کی دعاؤں سے اپنے دامن کو ضرور بھرا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج پورا علاقہ انھیں بے لوث رہنما اور بے غرض عالم دین کے طور پر یاد کرتا ہے۔ تحصیل تلہ گنگ کا کوئی قصبہ اور گاؤں ایسا نہیں ہے کہ جہاں ان کے قدم نہ پہنچے ہوں۔ انھوں نے یہاں دس میل پیدل سفر کر کے اور بغیر کسی معاوضہ ولالچ کے اللہ کے دین کی تبلیغ کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دفاع کی خاطر انھوں نے مصائب و تکالیف برداشت کیں۔ لیکن حرف شکایت سے ان کی زبان آشنا ہی نہ تھی۔ 1969ء میں قادیانیوں نے پنچنند کو اپنی ناپاک سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ اپنی عبادت گاہ تعمیر کی اور کئی مسلمان خاندانوں کو لالچ دے کر مرتد کر دیا۔ خدشہ یہ پیدا ہوا کہ اگر قادیانیوں کو نکیل نہ ڈالی گئی تو قادیانیت کے دامِ تزویر میں پورا علاقہ آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانانِ تحصیل تلہ گنگ کو اس فتنے سے بچانے کے لیے سید عطاء المحسن بخاریؒ کو رحمت کا فرشتہ بنا کر یہاں بھیجا۔ جنھوں نے مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کے کارکنوں کو منظّم کیا اور قادیانیوں کی شرانگیزیوں کے خلاف ایک بہت بڑا جلوس تلہ گنگ میں نکالا۔ جس کی قیادت خود بخاری صاحب نے کی۔ دوسرے روز پنچنند میں ''ختم نبوت کانفرنس'' منعقد کی۔ جس میں چکڑالہ کے احرار کارکن، کپتان غلام محمد (مرحوم) کی سرپرستی میں خاص طور پر شریک ہوئے۔ علاقے کے ایک بہت بڑے زمیندار نے پنچنند میں بخاری صاحب کے قدم رکھنے پر گولی مار دینے کی دھمکی دی۔ لیکن وہ انتہائی دلاور انسان تھے کہ خوف جن کی چمڑی میں بھی نہ تھا۔ برسرِ عام کانفرنس کی اور تاریخی تقریر فرمائی۔ جس سے قادیانی ہمیشہ کے لیے دم دبا کر بھاگ گئے۔ 1974ء میں قادیانیوں کو

غیر مسلم اقلیت قرار دینے تک یہ کانفرنس ہر سال باقاعدگی سے ہوتی رہی۔

کانفرنس کے تواتر سے انعقاد پذیر ہونے پر مسلمان قادیانیت کے فریب سے واقف ہوئے ورنہ یہ پورا علاقہ قادیانیت کی لپیٹ میں ہوتا۔ یہ سید عطاء المحسن بخاری کا اس علاقے پر عظیم احسان ہے اور وہ بجا طور پر تلہ گنگ کے محسن ہیں۔ ان کے ایسے ہی احسانات کی تاریخ ملک کے مختلف علاقوں کے ماتھے کا جھومر ہے۔

ان کا سایہ اک تجلی، ان کا نقش پا چراغ

شاہ جی ایک درویش صفت انسان تھے۔ وہ عمر بھر غریبوں میں رہے اور غریبوں ہی کے حقوق کی جنگ لڑتے رہے۔ گجرات، سرگودھا، ملتان، چکوال، میانوالی، رحیم یار خان، مظفر گڑھ، بہاولپور، ڈیرہ غازی خان، جھنگ اور ساہیوال وغیرہ کے اضلاع ان کی جاگیرداروں اور وڈیروں سے معرکہ آرائیوں کے شاہد اور گواہ ہیں۔ وہ جب تک زندہ رہے، غیرت و بہادری کے ساتھ جیئے۔ عزت و وقار اور خودداری کی زندگی گزاری اور کوئے دشمناں میں سر اٹھا کر چلے۔ شاہ جی اگرچہ 12/نومبر 1999ء کو رحلت فرما گئے۔ لیکن ان کا مشن زندہ اور جماعت باقی ہے۔ ان کے تیار کردہ نظریاتی کارکنوں کا قافلہ پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانے کے لیے مستعد اور سرگرم ہے۔ جو حضرت شاہ جی کی زندگی کا مقصد وحید تھا اور اب 14 کروڑ پاکستانیوں کی آرزوؤں کی معراج ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور حسنات قبول فرمائے۔ (آمین)

قارئین متوجہ ہوں

قارئین کی طرف سے اکثر یہ شکایت موصول ہوتی ہے کہ ہمیں سالانہ چندہ ختم ہونے کی کوئی اطلاع نہیں ملی اور رسالہ بند کر دیا گیا ہے۔ اس شکایت کے ازالے اور قارئین کی سہولت کے لیے لفافے پر پتا کے اوپر مدت خریداری درج کر دی گئی ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ درج شدہ مدت کے مطابق اپنا سالانہ چندہ ارسال کر کے اگلے سال کی تجدید کرالیں۔ اکثر قارئین کا زرتعاون سالانہ دسمبر 2008ء میں ختم ہو چکا تھا۔ کئی قارئین نے سالانہ چندہ ارسال کر کے نئے سال کی تجدید کرالی ہے۔ جن کا چندہ وصول نہیں ہوا، اس کے باوجود نومبر 2009ء کا شمارہ انھیں بھی ارسال کیا جارہا ہے۔ براہِ کرم ستمبر میں ہی اپنا سالانہ زرتعاون 200 روپے ارسال فرما کر نئے سال کے لیے تجدید کرالیں۔ بصورت دیگر آئندہ شمارے کے لیے معذرت! (سرکولیشن منیجر)

''نقیب ختم نبوت'' کی ترسیل، شکایات اور دیگر معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0300-7345095

یادگارِ اکابر: مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلویؒ

حافظ تنویر احمد شریفی

خاندان ولی اللّٰہی کے علوم و معارف کے امین، حضرات اکابر دیوبند کی یادگار، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے تلمیذ و مسترشد، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کے نورِ نظر، مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ اور سید الملت حضرت مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ کے ہم عصر، امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے طرز تفسیر قرآن کریم کے ناشر، جمعیت علمائے ہند صوبہ دہلی کے موجودہ صدر، مخدومی و مرشدی حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہم (صدر جمعیت علمائے ہند) کے معتمد، مفسر قرآن حضرت مولانا سید اخلاق حسین قاسمی دہلوی 23 شوال المکرّم 1430ھ/ 13/ اکتوبر 2009ء کو مرحوم دلی کے ساتھ ساتھ اپنے معتقدین کو سوگوار چھوڑ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا قاسمی 1339ھ/ 1921ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد مولوی عنایت حسین مرحوم دہلی کے پرانے صنعتی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے آباء واجداد کو شاہی سرپرستی حاصل تھی۔ مولانا عنایت حسینؒ کے ماموں آکا شرف الدین مرحوم لاولد تھے، اس لیے انھوں نے مولانا قاسمیؒ کو لے پالک بنالیا اور تعلیم و تربیت اور پرورش کی۔

1352ھ/ 1933ء میں مدرسہ عالیہ فتح پوری سے قرآن کریم حفظ کیا۔ تکمیل حفظ کے بعد مدرسہ عالیہ میں درس نظامی کے لیے داخل ہوئے۔ موقوف علیہ (مشکوٰۃ شریف) شعبان المعظم 1358ھ/ اکتوبر 1939ء میں کیا اور اگلے تعلیمی سال میں دورہ حدیث کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، 1320ھ/ 1941ء میں عالم فاضل ہو کر قاسمی کہلائے۔

آپ کے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ، حضرت مولانا ولایت احمد سنبھلیؒ، حضرت مولانا سید فخر الحسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا قاضی سجاد حسینؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن پشاوریؒ، حضرت مولانا محمد شریف اللہ خانؒ، حضرت مولانا قاری سید حامد حسین علی گڑھیؒ، حضرت مولانا قاری شریف مدظلہ (مولانا قاسمیؒ کے ہم سبق اور استاد بھی) مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع عثمانیؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، اعزاز العلماء حضرت مولانا اعزاز علی امروہویؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ جیسے علم و عرفان کے ماہ تاب شامل ہیں۔

دورہ حدیث کے بعد راہ طریقت میں اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے طریقۂ سلوک میں حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

1361ھ/ 1943ء میں انجمن خدام الدین لاہور میں دورہ تفسیر کے لیے امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی خدمت میں گئے۔ حضرت لاہوری نے سند عطا فرمائی۔ اسی زمانے میں سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ (جو ترجمہ قرآن کشف الرحمٰن پر کام کر رہے تھے) سے ترجمہ وتفسیر قرآن کی تربیت لی۔ اسی لال مسجد میں لال کنواں دہلی میں درس قرآن کریم کا آغاز کیا، اس کا افتتاح حضرت مولانا محمد نعیم لدھیانویؒ، حضرت سحبان الہندؒ اور حضرت لاہوریؒ نے فرمایا تھا۔ یہ درس فجر کے بعد ہوتا تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد کھجور والی مسجد بیرم خاں میں درس قرآن شروع کیا، اس کا افتتاح حضرت مدنیؒ نے فرمایا تھا۔ مسجد نواب قاسم میں درس قرآن میں بارہ سال میں قرآن مجید مکمل ہوا۔

سیاسی طور پر آپ جمعیت علمائے ہند کے اکابر کے فکر ومشرب کے طرف دار تھے۔ اسی پلیٹ فارم سے تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ آزادی کے بعد 1954ء سے 1960ء تک دلی وقف بورڈ میں مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی سرپرستی میں مدارس کے نگران رہے۔ 1954ء سے آخر تک مدرسہ حسین بخش دہلی کی جامع مسجد کے خطیب رہے۔ اس میدان میں سحبان الہند، حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ کے جانشین مانے جاتے تھے۔ 1950ء سے 1952ء تک جمعیت علمائے ہند کے مرکزی ناظم اور اس کے بعد صوبہ دلی کے صدر رہے۔ 1961ء سے 1966ء تک جمعیت علماء کی نمائندگی کرتے ہوئے دلی کارپوریشن کے ممبر اور ایجوکیشن کمیٹی کے صدر رہے۔ 1966ء سے 1971ء تک مدرسہ حسین بخش میں حدیث اور تفسیر کے استاذ رہے۔ 1971ء سے 1975ء مدرسہ رحیمیہ مہندیاں دہلی (احاطۂ حضرت شاہ ولی اللہؒ) کے مہتمم رہے۔ 1977ء سے 1982ء تک مدرسہ عالیہ فتح پوری (مادر علمی) کے مہتمم رہے۔ مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ دہلویؒ کے بعد مولانا قاسمیؒ اس مدرسہ کے مہتمم مقرر ہوئے تھے۔ 1952ء میں ایک تبلیغی اور اشاعتی ادارہ ''رحمت عالم'' قائم فرمایا، جس سے اپنی زندگی کے آخر تک اردو، ہندی اور انگریزی میں ایک سو سے زائد کتابچے اور ضخیم کتب شائع کیں۔

عراق کے سابق صدر صدام حسین کی دعوت پر 1998ء میں عالمی مخالف صہیونی کانفرنس میں ہندوستانی وفد کے ساتھ شرکت کی۔ علمی خدمات پر ہندوستان کے صدر ڈاکٹر شنکر دیال شرما کی طرف سے صدارتی ایوارڈ 1996ء میں ملا۔ اردو اکادمی دہلی کی طرف سے صحافتی ایوارڈ 1997ء میں ملا۔

فرقہ پرستی کے خلاف تحریری آواز بلند کرنے پر چار مقدمات دفعہ 125 کے تحت قائم جو بارہ سال تک چلے اور نومبر 1980ء کو عدالت عالیہ نے باعزت بری کیا۔

مسلم پرسنل لا بورڈ کی مرکزی رکنیت کے ساتھ ساتھ اور دہلی شاخ کے 1955ء سے 1960ء تک ناظم رہے۔

دارالعلوم کے صد سالہ اجلاس 1980ء کے وقت ''تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند'' کے ناظم مقرر ہوئے، لیکن اسی سال استعفیٰ دے دیا۔قضیۂ دارالعلوم میں مولانا قاسمیؒ کی رائے حضرت حکیم الاسلام کی طرف تھی۔ بعد میں جب جماعت اسلامی ہند کا اثر ورسوخ اس معاملے میں سامنے آیا تو اس کے سب سے بڑے مخالف امیر الہند ندائے ملت حضرت مولانا السید اسعد مدنیؒ تھے، مولانا قاسمیؒ نے اپنی پہلی رائے سے رجوع فرمالیا، اور ارشاد فرمایا:

> ''دارالعلوم کے پچھلے انقلاب سے بڑی مایوسی پیدا ہوگئی تھی، مخالفین نے جماعت کی تقسیم سے بڑی بغلیں بجائی تھیں، مگر الحمد للہ! مولانا اسعد میاں جانشین شیخ الاسلام نے اپنی انتھک جدوجہد اور اپنے اکابر کی روحانی رفاقت سے دارالعلوم کو نہ صرف اپنی روحانی آب وتاب کے ساتھ قائم رکھا بلکہ اسے ترقی اور استحکام کی طرف لے گئے۔ میں نے یہ جو کچھ لکھا ہے وہ جماعت کے کچھ حضرات غم وغصے کے جذبے سے نہ دیکھیں بلکہ اغیار کی ان ریشہ دوانیوں کو سامنے رکھ دیکھیں جو رضا خان جماعت کی طرف سے کھل کر اور جماعت اسلامی کے حلقوں میں خفیہ طور پر کی جارہی تھیں اور اس سے جماعت قاسم العلوم کے اکابر کی روحانی غیرت بھی جوش میں تھی......
> ہندوستان کی مسلم تنظیموں کے بکھر جانے کے بعد فکر مودودی کی غلط تشریح کرنے والے جذبات فروش طبقے نے بیرونی سرمائے کے سہارے ہندوستان کے دینی، تعلیمی حلقوں پر چھاپہ مارنے کی کوشش کی تھی اور ایک محترم قاضی کے اس گروہ نے سرپرستی حاصل کر کے جماعت شیخ الہندؒ اور اس کی روایات کو بے نشان کرنے کی قدیم جناحی (مسٹر جناح) آرزو پوری کرنی چاہیں تھی، مگر اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ مولانا اسعد مدنی صاحب نے اس آرزو کو خاک میں ملا دیا اور انھوں نے ہر میدان میں جماعت شیخ الہندؒ اور جمعیت علمائے ہند کو سرگرم کر کے ہم سب کی لاج رکھ لی۔'' (دلی کی برادریاں، ص 141)

فرقہ وارانہ فسادات میں جمعیت علماء کے امدادی کاموں میں رات دن ایک کر کے مولانا نے ہندوستان کے کونے کونے کا دورہ کیا اور دینی اجتماعات میں اسلام کے پیغام کو نہایت شگفتہ، عام فہم اور دلی کے پر اثر ادیبانہ اسلوب میں پیش کیا۔ اسی لیے مولانا ''عوامی خطیب'' کے لقب سے مشہور تھے۔ 1961ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

مولانا نے تحریک آزادی میں تقسیم کے وقت اپنے گھر کی بھی قربانی دی۔ ان کی اہلیہ محترمہ اس عظیم دہشت گردانہ فسادات میں شہید ہوگئیں۔ اس کے بعد مولانا نے دوسرا نکاح کیا۔ مولانا کے ایک صاحبزادے ڈاکٹر شریف حسین قاسمی دِلّی یونیورسٹی میں فارسی کے کامیاب استاد ہیں۔

مولانا قاسمی ایک کامیاب مصنف بھی تھے۔ خاندان شاہ ولی اللہ اور خصوصاً حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی سے عقیدت تھی۔ ان کے ترجمۂ قرآن میں مرورِ زمانہ کی وجہ سے ناشرین نے جو اغلاط پیدا کر دی تھیں۔ ان کی تصحیح اور دوبارہ اس کو مرتب کرنا قرآنی خدمت کے طور پر بارگاہِ الٰہی میں ان شاء اللہ تعالیٰ مقبول ہوگا اور علماء وعوام میں بھی قابل تحسین ہے۔

ان کی تالیفات وتصنیفات میں سے چند یہ ہیں:

(1) مستند موضح قرآن (2) وفات النبی (3) ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم (4) تعلیم الدین (5) جمعہ کے آسان خطبات مع خطبۂ دعائیہ (6) تحفۃ الابرار (7) افضل الانبیاء (8) عدل اسلامی (9) مودودی صاحب کی تفسیر پر ایک نظر (10) اخلاقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم (11) فرقہ پرستی کی آگ (12) دلی برادریاں باتصویر (13) بریلوی ترجمۂ قرآن کا علمی تجزیہ (14) محاسن موضح قرآن (15) مولانا آزادؒ کی قرآنی بصیرت (16) خطباتِ دہلی (17) فوائد الفواد کا علمی مقام (18) شاہ ولی اللہ کا نسبی اور علمی خاندان (19) ازواجِ مطہرات وبناتِ طیبات وغیرہ

اس کے علاوہ مولانا قاسمیؒ کے قیمتی مضامین ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، ماہنامہ برہان دہلی، ماہنامہ میثاق لاہور، ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد وغیرہ میں شائع ہوتے رہے۔ قیامت کا قرب ہے۔ اہل اللہ یکے بعد دیگرے رخصت ہورہے ہیں جیسے تسبیح کے دانے تسبیح ٹوٹنے پر گرتے چلے جاتے ہیں۔

اتنا قیمتی اور علمی شخص اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق ہم سے رخصت ہوگیا، لیکن مولانا قاسمی کی رحلت قابل رشک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی حقیقی ملاقات کے لیے ایسے وقت بلایا جب عشاء کی نماز کی ادائیگی کررہے تھے اور حقیقی ملاقات کی ریہرسل ہورہی تھی۔ مجازی ملاقات حقیقی ملاقات میں بدل گئی۔ رام ریلا میدان میں نمازِ جنازہ صدر جمعیت مخدومی حضرت مولانا السید ارشد مدنی دامت برکاتہم کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ جس میں شاہی مسجد کے امام مولانا احمد بخاری، فتح پوری مسجد کے امام مفتی مکرم احمد کے علاوہ علمائے کرام اور عوام نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ کم وبیش پچاس ہزار افراد جنازے میں شریک ہوئے۔ ہندوستان کا متبرک قبرستان مہندیاں میں خاندان ولی اللّٰہی کے پہلو میں تدفین ہوئی۔

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
26 نومبر 2009ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

سیّدی وَ اَبی: سید عطاء اللہ شاہ بخاری پر ایک نادر کتاب

لاڈلی بیٹی کا اپنے جلیل القدر والد کے حضور گراں قدر نذرانہ

محمد مجاہد سید (جدہ)

کروڑوں دلوں میں ہندوستان کی آزادی اور ملتِ اسلامیہ کی باعزت زندگی کا جذبہ پیدا کرنے والے امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی سوانح اور افکار پر اگر کوئی دوسرا مؤرخ یا محقق روشنی ڈالتا تو ممکن ہے کہ وہ تحقیق کا حق ادا کرنے کی کوشش میں ہزار ہا بلکہ لاکھوں صفحات پر مبنی تاریخی ریکارڈ کھنگال ڈالتا کیونکہ امیر شریعت کی زندگی اور کارنامے 20 ویں صدی کی دوسری دہائی سے قیامِ پاکستان کے بعد تا دمِ مرگ (1961ء تک) ایک طویل زمانے پر محیط ہیں چونکہ یہ زمانہ آزادیٔ ہند، تحریکِ خلافت اور تحریکِ پاکستان کے ساتھ ساتھ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی تحریک سے مملو ہے۔ اس لیے اس پر قلم اٹھانے کے لیے مختلف قائدین تحریک کی سوانح سے واقفیت کے ساتھ ساتھ تحریکات کے نشیب و فراز اور ان کے منطقی انجام تک پہنچنے کی جانکاری بھی نہایت ضروری ہے لیکن اس جانکاری کے باوجود اس کا بھی قوی اندیشہ ہے کہ ان امور پر قلم اٹھانے والا شخص عام مؤرخین کی طرح خشک اور بے مغز ہو کر رہ جائے اور اس کی محنت شاقہ سے نہ تو اسے بہت فائدہ پہنچے اور نہ ہی اس کے قارئین کو۔

''سیّدی وَ اَبی'' حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے شب و روز کی تپش اور گداز کا آنکھوں دیکھا حال ہے جسے آپ کی دختر سیّدہ صادقہ الموسوم سیّدہ اُم کفیل بخاری (جو اَب حضرت امیر شریعت کی اولاد میں سب سے بڑی ہیں) نے تحریر کیا ہے۔

320 صفحات پر مشتمل اس کتاب کے مطالعہ کے دوران بہت مرتبہ حضرت امیر شریعت اور آپ کے اہل خانہ کے توکل، آزمائشوں اور غم واندوہ نے راقم الحروف کے دل کو اس درجہ رنجیدہ اور بے حال کیا کہ آنکھ سے آنسو کب ڈھلک پڑے۔ یہ معلوم بھی نہیں ہوا۔ یہ کتاب ترتیب کے لحاظ سے صرف 2 ابواب رکھتی ہے۔ خود مصنفہ کے فرزند سید محمد کفیل بخاری کے الفاظ میں:

''پہلا باب سوانحی تذکرہ ہے۔ یہ 1988ء کے اسی مضمون کا تتمہ وتکملہ ہے جو 22 صفحات شروع ہو کر اب 134 صفحات میں پھیل چکا ہے۔ والدہ ماجدہ جب بھی کوئی واقعہ سناتیں، میں فوراً درخواست کرتا کہ اسے تحریر فرما دیں۔

یوں مسلسل اضافوں سے اس مضمون نے کتاب کی شکل اختیار کر لی۔ اب اس کتاب میں ان (والدہ) کی درج بالا تمام تحریریں شامل ہیں۔ قارئین کی سہولت اور تفہیم کے لیے عنوانات میں نے لگائے ہیں۔ نیز دو تین مقامات پر حواشی بھی۔

دوسرے باب میں مکاتیب امیر شریعت ہیں۔ یہ کل 23 مکاتیب ہیں جنھیں زمانی ترتیب سے پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ سب غیر مطبوعہ نجی خطوط ہیں اور پہلی بار شائع ہو رہے ہیں۔

پہلا خط حضرت امیر شریعت کا اپنی والدہ ماجدہ رحمہما اللہ کے نام ہے۔ 19 خطوط اپنی بیٹی (جنھیں وہ ''بٹیا'' کہتے) کے نام ہیں جن میں 14 خطوط تحریک ختم نبوت 1953ء کے ایام اسیری میں سنٹرل جیل سکھر اور سنٹرل جیل لاہور سے تحریر کردہ ہیں۔ جب کہ 5 خطوط 1954ء میں رہائی کے بعد کے ہیں۔ ایک خط اہلیہ کے نام، ایک منہ بولی بیٹی کے نام اور ایک سمدھی کے نام۔ ان خطوط کے حواشی والدہ ماجدہ مدظلہا نے تحریر فرمائے ہیں۔''

2 ابواب پر مشتمل اس کتاب کا پہلا باب آنسوؤں اور خون سے لکھا گیا ہے۔ دوسرے باب میں ایک جرأت مند، حق گو، حق پرست، صالح اور شفیق والد کے علاوہ ایک عظیم عملی مسلمان کا نقش موجود ہے جو 10 برس تک ایک قید خانے سے دوسرے قید خانے میں اللہ اکبر کی صدا اور تلاوتِ کلام مجید کے انوار سے سیہ خانوں کی راتوں کو اس طرح منور کرتا ہے کہ ہندو سپرنٹنڈنٹ جیل روتے ہوئے آ کر درخواست کرتا ہے کہ شاہ جی اب تلاوت بند کر دو کیونکہ اب مجھ سے رویا نہیں جاتا۔

ایسی صالح روح جو انگریز سے آزادی کے بعد پاکستان میں نظامِ الٰہیہ کو جاری رکھنا چاہتی تھی اور ایسی غیرت مند ہستی جو ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر پروانہ وار نثار ہوتی تھی۔ اس کے گھر والوں کے ساتھ پولیس کا ایسا توہین آمیز رویہ! جب بیٹی نے ماں اور خود اپنی توہین کی تفصیل قید و بند کے شکار غیرت مند والد کو لکھ بھیجی تو صابر و شاکر باپ کی بیٹے کو نصیحت ملاحظہ ہو:

> ''ہوا ہی کیا ہے؟ یہی کہ تمہاری اماں اور بہن کے سامنے پولیس والوں نے بدزبانی کی اور گالیاں بکیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اس سے بھی زیادہ بدسلوکی ہوتی تو ہماری سعادت ہوتی۔ اگر تمہاری اماں اور بہن کو گھسیٹ کر سڑک پر لاتے اور انھیں مارتے تو میں سمجھتا کہ تحفظ ختم نبوت کا کچھ حق ادا ہوا۔ اللہ کے دین کے کام میں سختیاں اور امتحانات نہ آئیں اور مار نہ پڑے، یہ ہو نہیں سکتا۔ دین کا کام کرو گے تو مار بھی پڑے گی۔ اس کے لیے اپنے آپ کو ہر وقت تیار رکھو۔ تمہیں تو معلوم ہے کہ نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی رؤف و رحیم ہستی کو دین کے نام پر کتنی تکالیف اٹھانی پڑیں۔ جانتے نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو زخمی کیا گیا اور وہ اسی زخم سے شہید ہوئیں۔ ہماری کیا حیثیت ہے؟ اس لیے صبر کرو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر سی قربانی کو قبول فرمائے۔ آمین۔''

یہ تحریر حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی ہے جنھیں ہندوستان کی جنگِ آزادی کے دوران ہر انگریز افسر، تمام جماعتوں کے مسلم وغیر مسلم اعلیٰ قائدین نظریاتی اختلافات کے باوجود نہایت احترام ومحبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حضرت امیر شریعت کی خطابت، قائدانہ صلاحیت، بے نفسی اور غیرت کے دشمن بھی معترف تھے۔

حضرت امیر شریعت کی اسیری اور آپ کے بیٹے کی روپوشی، اہلیہ اور بیٹی کی شدید بیماری کے دوران مخبروں کی حرکتیں اور محلے والوں کا نفاق و بے حسی اور محسن کشی شرمناک حقائق سے پردہ اٹھاتے ہیں۔ ان کڑوی حقیقتوں کے باوجود امیر شریعت کا صبر بلکہ خطوط اور گفتگو میں قدرے ظرافت کا پہلو آپ کی بلند ہمتی اور زندہ دلی کی بڑی خوبصورت اور وقیع دلیل ہے۔ حضرت امیر شریعت نہایت پُر جوش، خوش دل، مہمان نواز، بہادر، دوست دار اور مرعوبیت سے بہت دور عجز وانکسار کے باوجود نہایت خود دار اور بے لوث شخصیت کے حامل تھے۔ یہ نقش دونوں ابواب سے بہت عمدہ انداز میں ابھرتا ہے۔

سوانح کے ساتھ ساتھ حضرت امیر شریعت کے افکار بھی قاری کے دل میں آپ کی شخصیت کا احترام واعتبار پیدا کر کے یہ عظیم سبق دیتے ہیں کہ ہر سچے مسلمان کو قومی، مسلکی، جماعتی، لسانی اور سیاسی تعصّبات سے بلند ہوکر اسلام کی سربلندی کے سلسلے میں کوشاں رہنا چاہیے۔ خواہ حق کی حمایت میں دنیا بھر کی طعنہ زنی اور ملامت کا نشانہ بننا پڑے یا راہِ حق میں تمام طرح کی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑے۔ ایماندار، مخلص، شریف باپ کی شریف بیٹی کی تحریر کردہ یہ کتاب مسلم بلکہ غیر مسلم قاری کے لیے بھی نہایت سبق آموز، سچے اخلاق اور انسانیت کے درس سے پُر ہے۔ اس کا قوی امکان ہے کہ یہ زندہ تحریر مختلف زمانوں میں اعلانِ حق کرتی رہے گی۔

حضرت امیر شریعت کے زورِ خطابت کا لوہا مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد اور موتی لعل نہرو جیسے بڑے مقررین بھی مانتے تھے۔ علاوہ ازیں غیر منقسم ہندوستان میں شمال، جنوب اور مغرب ومشرق میں 40 سال تک آپ کی آواز نے ہندو مسلم، سکھ اور عیسائی مذاہب کے ماننے والوں کو ہندوستان کی آزادی اور دینِ اسلام کی عظمت کا سبق اس طرح دیا تھا کہ آپ کے گھر پر ہر جماعت، ہر مسلک کے چوٹی کے قائدین کے علاوہ ادباء اور شعراء کا ایسا جمگھٹا رہتا تھا جس کی مثال نہیں ملتی۔ بلاشبہ تحریر وتقریر کے لحاظ سے یہ زمانہ غیر منقسم پنجاب میں اردو کا سنہرا دور کہا جاسکتا ہے۔ ممکن ہے کہ میرے اس خیال سے بہت سے لوگ اتفاق نہ کریں۔ اگر آپ ہندوستان میں رہ جاتے تو کم از کم مرکزی سطح کے وزیر ہوتے یا پھر کل ہند جمعیت العلماء سے بھی بڑی کسی جماعت کے سربراہ ہوتے۔

زیرِ مطالعہ کتاب حضرت امیر شریعت کے سوانح وافکار کے علاوہ نہایت اعلیٰ پائے کی نثر کا نمونہ بھی ہے جس میں ادبیت کی چاشنی بھی جابجا موجود ہے۔

(مطبوعہ: ہفت روزہ ''اردو میگزین'' جدہ، 10 جولائی 2009ء)

ایک عہد ساز شخصیت کا مستند سوانحی تذکرہ

پروفیسر حفیظ الرحمٰن خان

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا نامِ نامی ایک ہمہ جہت، پربہار اور سحر آفریں شخصیت اور خوش بیاں خطیب کے طور پر جریدۂ عالم پر ہمیشہ ثبت رہے گا۔ ابھی ہمارے درمیان سینکڑوں لوگ ایسے موجود ہیں جن کے دلوں میں ان کے زورِ خطابت اور لحن داؤدی میں قرآن کریم کی تلاوت کی صوتی تصویریں نقش ہیں۔

تاریخ میں ایسا بہت کم ہوا ہے کہ علم وحکمت اور ادب ودانش کی باکمال شخصیات کا فیضان ان کی اولاد میں منتقل ہوا ہو لیکن خانوادۂ بخاری پر اللہ تعالیٰ کا خاص لطف واحسان ہے کہ اس کے جملہ افراد میں علم وفضیلت اور فصاحت وبلاغت کے جملہ تحریری اور تقریری اسالیب باکمال وتمام ورثے میں منتقل ہوئے اور اس ہمہ خانہ آفتاب گھرانے کا کرشمۂ فیض آج بھی جاری ہے۔

چنانچہ ابھی چند ماہ قبل شاہ جی کی صاحبزادی سیدہ اُم کفیل بخاری کی قابل قدر تالیف ''سیدی وَ اَبی'' منظر عام پر آئی ہے۔ صاحبزادی نے والد محترم کی حیات اور سیرت کے نقوش جملہ جزئیات وتفصیلات کے ساتھ تحریر کیے ہیں۔ باپ بیٹی کا رشتہ تمام رشتوں میں سب سے لطیف اور نازک ہے۔ گھر میں باپ کی نظروں کے سامنے ایک ایسا وجود ہمہ وقت رہتا ہے جس کی موجودگی اس کے دل کو لطیف ترین کیفیات وحسیات سے مملو رکھتی ہے اور بیٹی کے دل میں باپ کا سراپا سب سے مشفق ومہربان ہستی کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ باپ کے رحیمانہ سایۂ عاطفت کو اپنا سب سے قیمتی سرمایہ سمجھتی ہے اور اس کی مشفقانہ آواز پر ہمہ وقت کان دھرے رکھتی ہے۔ ''سیدی وَ اَبی'' کا مطالعہ کرتے ہوئے قدم قدم پر محسوس ہوتا ہے کہ ایک چشم نگراں ہے جو گھر کی محبوب ترین شخصیت پر ہر لحہ اور ہر آن نظر رکھتی ہے اور پل پل کی خبر رکھتی ہے۔ باپ بیٹی دونوں کے دل ایک دوسرے کے لیے اس انداز سے دھڑکتے ہیں جسے نطق بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اس حوالے سے ''سیدی وَ اَبی'' میں بچپن کا پہلا واقعہ اس کی ایک نہایت عمدہ مثال ہے۔ چار سال کی عمر میں بیٹی کے گال پر باپ نے ہلکا سا طمانچہ سجا یا تو بیٹی روتے روتے باپ کے پہلو میں سوگئی۔ بعد میں باپ دیر تک طمانچے والی جگہ پر بوسے ثبت کرتا رہا۔ اس بظاہر چھوٹے سے واقعہ کے پیچھے مشفقانہ محبت کی صدیاں آباد ہیں۔

''سیدی وَ اَبی'' کا دیباچہ ''تقدیم'' کے عنوان سے سید محمد کفیل بخاری نے نہایت حسن وخوبی کے ساتھ تحریر کیا

ہے۔ کتنی دلچسپ بات ہے کہ نواسہ اپنی والدہ کی لکھی ہوئی نانا کی سوانح عمری کی روداد بیان کر رہا ہے۔

والدہ ماجدہ اپنے بچوں کو ان کی فرمائش پر بچپن کے واقعات ومشاہدات سناتیں اور پھر ان کے اصرار پر ایک رجسٹر میں لکھتیں۔ یوں یہ نادر تصنیف منظرِ عام پر آئی ہے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی سوانح پر اس سے پہلے صاحبِ اسلوب ادیب اور شعلہ بیاں مقرر شورش کاشمیری کی یگانہ روزگار تصنیف اپنی قدر واہمیت منوا چکی ہے۔ علاوہ ازیں جانباز مرزا کی تالیف ''حیاتِ امیر شریعت'' بھی خاصے کی چیز ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ''سیدی وَ اَبِی'' زیادہ وقعت کی حامل ہے۔ یہاں ایک صاحب علم اور باخبر صاحبزادی اپنے والد کی جامع الصفات شخصیت کے ہمہ جہت شخصی داخلی اور خارجی پہلوؤں کو نہایت شرح وبسط سے احاطۂ تحریر میں لا رہی ہیں۔ شخصیت کتنی بڑی ہے۔ اس کے کارنامے کس قدر وقیع اور قابل قدر ہیں۔ اس کی ذات کے اثرات کہاں تک اثر آفریں ہیں۔ ان کا مکمل احاطہ صرف شخصیت کے خارجی رخ اور بڑے بڑے واقعات سے نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کی سیرت وکردار کے چھوٹے چھوٹے پہلو، بظاہر عام اور غیر اہم رخ اور زاویے، عظمتِ کردار کو اجاگر کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہی اس کتاب کا وصف خاص ہے۔ اس کتاب میں گھر کے ایک عینی شاہد نے شاہ جی مرحوم کی حیات کے چھوٹے چھوٹے واقعات کو نہایت بے ساختگی کے ساتھ رقم کیا ہے۔ جس کے مطالعے سے ان کے اخلاق وکردار کے یکسر نئے رخ اور زاویے اجاگر ہوئے ہیں اور ایک ہمہ گیر شخصیت روشن تر ہو کر سامنے آئی ہے۔ یہاں ایسے واقعات کی تفصیل بیان کرنے کا موقع نہیں۔ چند عنوانات کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔ مثلاً...... بچپن کا پہلا واقعہ، غیرتِ فقر، نشۂ درویشی، بچپن سے ہی انگریز سے ہاتھ نہ ملانا، سوتیلی ماں کا احترام، مہمانوں کی خدمت، امرتسر کا گھر، سرزنش کا نرالا انداز، گھریلو زندگی میں مشفقانہ رویہ، شعراء اور ادباء سے تعلق، ایک بڑھیا کی دعاء، مقروض کا ہدیہ، جھوٹے اور چور سے نفرت، ایک بچی کی فرمائش، خان گڑھ میں سیلاب، غریب بیٹیوں کی رخصتی، ایک بوڑھے کی محبت...... بظاہر ان عنوانات کے تحت عام اور معمولی واقعات کا ذکر ہے لیکن یہ سب مل کر ایک بے مثال شخصیت کی تعمیر کرتے ہیں۔

''سیدی وَ اَبِی'' دو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں سوانحی خطوط اجاگر ہوئے ہیں۔ دوسرے باب میں شاہ جی مرحوم کے 23 خطوط شامل ہیں۔ پہلا خط والدہ ماجدہ کے نام ہے۔ 19 خط صاحبزادی کے نام لکھے گئے۔ ایک خط اپنی اہلیہ، ایک خط منہ بولی بیٹی اور ایک سمدھی کے نام تحریر ہوا ہے۔

کتاب میں یہ تمام خطوط ان کی تحریر کا عکسی فوٹو ہیں۔ اگلے صفحہ پر پورا خط دیا گیا ہے۔ سیدہ اُم کفیل بخاری نے تمام خطوط کے حواشی نہایت محنت سے تحریر کیے ہیں۔ جن میں خطوط کے مندرجات کی توضیحات کی گئی ہیں۔ یوں اس عہد کا مکمل تاریخی پس منظر نگاہوں میں آجاتا ہے۔

یہ کتاب ایک عہد ساز شخصیت کی سیرت، شخصیت اور تاریخی کردار پر ایک مستند دستاویز کا درجہ رکھتی ہے۔

کوٹلی میں قادیانیوں کی دہشت گردی

محمد مقصود کشمیری

آزاد کشمیر کے ضلع کوٹلی میں منکرین ختم نبوت قادیانیوں نے کھلم کھلی بدمعاشی اور دہشت گردی بھی شروع کر دی۔ خطے میں قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیاں زور پکڑ رہی ہیں جس سے مقامی طور پر حالات کشیدگی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ آئے روز ارتدادی مراکز کی تعمیر اور سرعام تبلیغی سرگرمیاں اور شعائر اسلام کی توہین، دیہاتی وسرحدی علاقوں میں لاؤڈ سپیکر پر اذان اور اس کا آزادانہ استعمال بڑھ رہا ہے۔ جب کہ آزاد جموں وکشمیر عبوری آئین ایکٹ 1974 کی رو سے اور آئینی مقاصد کے عملی نفاذ کے سلسلہ میں سال 1985ء میں آزاد پینل کوڈ 1860 میں پاکستان کے نافذ العمل قانونی دفعات کے مماثل ایک نئی دفعہ 298-C کا اضافہ عمل میں لایا گیا تھا جس کے تحت قادیانی/احمدی/لاہوری گروپ جو کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ اپنے آپ کو مسلمان تصور کرتے ہوں یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ یا اپنے نظریات کی ترویج وغیرہ جیسی سرگرمیوں میں ملوث پائے جائیں جن سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح ہوتے ہوں کو تحت قانون فوجداری مقدمہ کے اندراج کی صورت میں زیر مواخذہ لایا جانا ضروری قرار دیا گیا ہے اور مذکور دفعہ 298-C کے تحت جرم میں ملوث فرد یا افراد کو 3 سال سزا اور جرمانہ عائد کیا جا سکتا ہے۔ لیکن کوٹلی میں بالخصوص قادیانی آئین اور قانون کا تقدس پامال کر رہے ہیں اور حکومت وقت، ضلعی انتظامیہ قادیانیوں کے خلاف ایکشن لینے سے گریزاں ہے۔ نہ جانے کیوں؟ اس وقت کوٹلی میں قادیانی محافظین ختم نبوت کو قتل اور اغواء کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ عیدالفطر کے چند روز بعد 24 ستمبر 2009ء کوٹلی بڑالی کے مقام پر قادیانی غنڈوں نے عدالت کی جانب سے لگائی کی پابندی کے باوجود ارتدادی مرکز کی تعمیر شروع کی جسے علاقہ کے غیور مسلمانوں نے ناکام بنا دی۔ واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ آٹھ سال قبل قادیانیوں نے بڑالی کے مقام پر جنگلات کی زمین پر قبضہ کیا اور ایک ارتدادی مرکز کی تعمیر شروع کی تھی جس کے خلاف عدالت میں کیس چلا اور 2006ء میں فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوا۔ جس کے بعد قادیانیوں نے ایک مکان کی آڑ میں ارتدادی مرکز تعمیر کرنا شروع کیا، جس پر مقامی مسلمانوں نے عدالت سے رجوع کیا اور عدالت کی جانب سے قادیانیوں کے ارتدادی مرکز کی تعمیر پر حکم امتناعی جاری ہوا اور اس وقت بھی کیس زیر سماعت ہے۔ گزشتہ دنوں قادیانیوں نے توہین عدالت کرتے ہوئے اسی ارتدادی مرکز کی تعمیر شروع کی جس پر عدالت نے تاحکم ثانی پابندی عائد کی ہوئی ہے۔ قادیانیوں کی جانب سے ارتدادی مرکز کی تعمیر پر مقامی غیور مسلمانوں نے موقع پر جا کر تعمیر بند کرانا چاہی تو وہاں پر موجود قادیانی غنڈوں نے دھمکیاں دینا شروع کر دیں۔ اس واقعہ کے فوری بعد کوٹلی اگہار کالونی،

بندیال کالونی، سٹی، اور سہنسہ سے بھی بڑی تعداد میں قادیانی بڑالی کے مقام پر نئے زیرتعمیر ارتدادی مرکز میں جمع ہو گئے اور انھوں نے مسلمانوں پر پتھراؤ کیا جس سے دو نوجوان غلام احمد ربانی، اور سید منظور قادری زخمی ہوئے۔ قادیانیوں کی جانب سے اس کھلی دہشت گردی کے بعد مقامی تھانہ کوٹلی میں مسلمانوں کے خلاف درخواست دی گئی، لیکن ضلعی انتظامیہ کی جانب سے اس واقعہ میں ملوث قادیانیوں کے بارے میں کوئی نوٹس نہیں لیا جس سے سخت قسم کا اشتعال پیدا ہو گیا۔ اس واقعہ درج ذیل قادیانی غنڈے (1)، لطیف ولد لعل دین (2) لقمان ولد لعل دین (3) ارشد محمود ولد اکب (4) شکیل احمد ولد وزیر احمد (5) شیر و ولد صدیق (6) افتخار ولد خادم (7) شفاقت ولد لطیف (8) احمد ولد یونس (9) طاہر ولد شمس دین (10) نسیم ولد سعید ٹھیکدار، شامل تھے جنھوں نے مسلمانوں پر پتھراؤ کیا اور قتل کی دھمکیاں بھی دیں۔

خطہ کشمیر میں قادیانیوں کو کھلی چھوٹ دے کر حکومت آزاد کشمیر میں 1953 والی فضاء پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے سلسلے میں صحابہ کرامؓ کی پاکیزہ جماعت سے لے کر آج تک جاں نثاران مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے لازوال قربانیاں دیں اور جھوٹے مدعیان نبوت مسیلمہ کذاب سے یوسف کذاب جیسے منکرین ختم نبوت کا تعاقب ہر میدان میں الحمدللہ جاری رکھا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ سے لے کر غازی عامر چیمہ شہیدؒ تک تاریخ مسلسل گواہی دے رہی ہے اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ ایسے حالات پیدا ہونے سے قبل ہی حکومت آزاد کشمیر کو منکرین ختم نبوت قادیانیوں کی خطہ کشمیر میں بدمعاشی اور سرعام ارتدادی سرگرمیوں کی روک تھام کرنا ہو گی۔ ایسے کون سے عوامل ہیں؟ جن کی بناء پر حکومت نے خطہ کشمیر میں قادیانیوں کو حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ڈاڈا لنے کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے اور جب کہ تحفظ ختم نبوت کے لیے کام کرنے والوں کا راستہ روکنے کے لیے پوری ریاستی مشنری حرکت میں آجاتی ہے، لیکن ایک بات حکومتی اراکین اور ضلعی انتظامیہ کے ذمہ داران کو ضرور یاد رکھنی چاہیے کہ تم بھی مسلمان ہو اور تمہاری زندگی میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس اور ختم نبوت کی چادر پر قادیانی حملہ آور ہوں اور تم کچھ بھی نہ کر سکو تو کل روز محشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ بحثیت مسلمان ختم نبوت کی حفاظت کرنا آپ پر بھی فرض ہے لیکن اس کے باوجود ختم نبوت کے تحفظ کا کام کرنے والوں کا راستہ روکنا افسوسناک ہے۔ یاد رہے کہ گرفتاریوں، پابندیوں، آنسو گیس یا لاٹھی چارج سے عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قافلہ کب رکا ہے؟ جواب رکے گا۔

آزد کشمیر میں منکرین ختم نبوت قادیانیوں کے لیے حکومت کی جانب سے حدود و قیود مقرر ہیں ان کے لیے تبلیغی کفریہ سرگرمیوں، شعائر اسلام کے استعمال، مرتد خانوں کے نام اور تعمیر مساجد کی طرز پر رکھنے پر پابندی عائد ہے۔ جب کہ خلاف ورزی کی صورت میں 298.A.B.C دفعات کے تحت جرمانہ اور قید کی سزا مقرر ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس خطے میں قادیانی شعائر اسلام کا استعمال، مساجد کی طرز پر عبادت گاہوں کی تعمیر اور آزادنہ طور پر کفریہ سرگرمیاں جاری رکھ کر، سرعام قانون اور آئین کا مذاق اڑاتے پھر رہے ہیں اور قانون کے محافظ خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہے ہیں کیوں؟ 28 رفروری 2009ء کو حکومت آزاد کشمیر کے سیکرٹری (کوکب سلیم چشتی) سیکشن آفیسر (قانون سازی) نے جملہ ڈپٹی کمشنر صاحبان اور

جملہ سپرنٹنڈنٹ صاحبان کو امتناع قادیانیت ایکٹ 1985 کی نقل ہمراہ ارسال کرتے ہوئے آزاد کشمیر میں رائج العمل قانون کو اصل روح کے مطابق نفاذ کو یقینی بنانے کا حکم بھی نامہ جاری کیا تھا۔اس کے باوجود حکومت خطہ کشمیر میں گستاخان رسول قادیانیوں کو لگام اور انہیں قانون کا پابند اگر نہیں کرتی تو لازمی بات ہے کہ مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر جان دینے کو عین ایمان سمجھتا ہے۔ جب کہ گستاخ رسول کی جان لینے کو اس سے بھی زیادہ افضل سمجھا جاتا ہے۔تاکہ اسے دنیا میں بھی عبرت کا نشان بنایا جائے۔ہم یہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ ارتدادی فتنے کا سدباب صرف سنت صدیقیؓ سے ہی ممکن ہے۔ کیوں کہ یہ کوئی سیاسی جماعت یا پارٹی کا معاملہ نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا مسئلہ ہے جس کا تحفظ مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہے۔ایک ادنی سا مسلمان جس نے اپنی ساری زندگی گناہوں میں گزاری ہو اس کے اندر بھی ایمان کی چنگاری موجود ہوتی ہے جو کسی بھی وقت شعلہ بن کر آتش فشاں بن سکتی ہے۔ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے لیکن اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس اور حرمت پر اٹھنے والی آنکھ اور زبان برداشت نہیں کر سکتا۔

آزاد کشمیر کے وزیر اعظم ،صدر اور ممبران اسمبلی کو چاہیے کہ وہ کوٹلی میں قادیانیوں کی دہشت گردی اور بدمعاشی کا نوٹس لیں اور آزاد کشمیر میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کو حقیقی معنوں میں نافذ العمل بنا کر قادیانیوں کو اس کا پابند بنایا جائے اور ساتھ ہی تحریک آزادی کے بیس کیمپ میں قادیانیوں کے کفریہ مراکز جو حقیقت میں را اور موساد کے دفاتر ہیں، انہیں فی الفور بند کیا جائے۔ بڑالی واقعہ میں ملوث قادیانیوں کو گرفتار کر کے انہیں قانون کے مطابق سزا دی جائے۔اس سے قبل کہ تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی احتجاجی تحریک شروع ہو۔

اس موقع پر ہم تمام مسلمانوں سے بھی اپیل کرتے ہیں وہ حضور رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے عشق و محبت اور وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے اردگرد نظر رکھیں جہاں کوئی منکر ختم نبوت قادیانی/ احمدی/ مرزائی جھوٹے مذہب کی تبلیغ واشاعت میں نظر آئے تو فوراً متعلقہ تھانے میں رپورٹ درج کرائیں یا مقامی سطح پر علمائے کرام اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے ذمہ داران کو آگاہ کریں آزاد کشمیر میں امتناع قادیانیت آرڈیننس موجود ہے لیکن ہماری بے حسی اور خاموشی کی وجہ سے اس کا نفاذ نہیں اگر آج ہی خطہ کشمیر کی عوام تحفظ ختم نبوت کے لیے بیدار ہو جائے تو گستاخان رسول قادیانیوں/ مرزائیوں کو ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے کی ہمت نہیں ہوگی ۔

ان چند حروف کے بعد ہم ملتمس ہیں خطہ کشمیر کی دینی قیادت اور علمائے کرام جو پاکستان، یا بیرون ممالک دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں ان پر بھی ایک بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ خط کشمیر میں قادیانیوں کی کفریہ سرگرمیوں کے سدباب کے لیے بیدار ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دوسرے لوگوں کے لیے دین ہدایت کے چراغ تو روشن کرتے رہیں لیکن جب گھر کی طرف رخ کریں تو وہاں شام ہو چکی ہو۔اس لیے آزاد کشمیر کے تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام، مشائخ عظام سے دست بستہ گزارش ہے کہ وہ اپنے اپنے اکابرین کے نقشہ قدم پر چلتے ہوئے خطہ کشمیر میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے آپس میں اتحاد کی فضاء قائم کریں۔

جناب ارشاد احمد حقانی، راجہ فتح خان اور تاریخ سے فریب
ایک وضاحت

شکیل عثمانی

ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت (اکتوبر 2009ء) میں میرے مضمون ''جناب ارشاد احمد حقانی، راجہ فتح خاں اور تاریخ سے فریب'' کی اشاعت کے بعد بعض احباب نے کہا ''آپ نے اپنے دعوے کہ جماعتِ احمدیہ کو بائیں بازو کے سیاسی رہنماؤں اور دانشوروں میں خاصے ہمدرد مل گئے ہیں'' کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔ اس لیے ان احباب اور عام قارئین کے لیے درج ذیل حوالے پیش کیے جاتے ہیں:

1۔ جماعتِ احمدیہ لاہور نے ایک کتابچہ شائع کیا ہے جس میں نیشنل عوامی پارٹی کے سابق سیکرٹری جنرل، قسور گردیزی اور پارٹی کے ایک رہنما شیر محمد مری المعروف بہ جنرل شیروف کے بیانات ہیں جن میں 1984ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس پر شدید نکتہ چینی کی گئی ہے۔

2۔ بائیں بازو کے ممتاز دانشور اور پاکستان ہیومن رائٹس کمیشن کے ڈائریکٹر ورکشاپ جناب حسین نقی نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا:

> ''تحریک ختم نبوت میں احراریوں نے ایک سیاسی حکمت عملی کے تحت قادیانیوں کو ہدف بنایا۔ پیپلز پارٹی اور بھٹو مرحوم دعویٰ کرتے ہیں کہ انھوں نے سو سال پرانا (قادیانی) مسئلہ حل کر دیا۔ انھوں نے کوئی مسئلہ حل نہیں کیا بلکہ مسئلے کو اتنا بڑھا دیا ہے کہ اب پاکستان میں ہر فرقے کے لیے یہ مسئلہ پیدا ہو گیا ہے اور اس وقت ہر فرقہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہا ہے۔'' (ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، مارچ 1995ء)

3۔ بائیں بازو کی معروف ادیبہ اور کالم نگار محترمہ زاہدہ حنا روزنامہ ایکسپریس میں اپنے کالم ''نرم گرم'' میں قادیانیوں کے لیے اپنے نرم گوشے کا اظہار کرتی رہی ہیں۔ وہ 1980ء کی دہائی میں افغانستان میں روسی افواج کے خلاف تحریکِ مزاحمت کا مضحکہ اڑاتے ہوئے لکھتی ہیں:

> ''یہ وہ دن تھے جب پاکستانی سماج کو نئے سرے سے مشرف بہ اسلام کرنے کی کوشش کا آغاز ہوا تھا۔ اس

کی بنیاد ذوالفقار بھٹو مرحوم رکھ گئے تھے۔ مولویوں کو خوش کرنے کا سفر انھیں غیر مسلم قرار دے کر شروع ہوا جنھیں بانی پاکستان مسلمان سمجھتے تھے۔ یہ سفر آخری دنوں میں اقتدار بچانے کی خاطر جمعہ کی چھٹی اور شراب بندی جیسے فروعی اور نمائشی معاملات پر ختم ہوا۔'' (9 ستمبر 2007ء)

4۔ ماہنامہ ''نیا زمانہ'' لاہور کی فائلیں دیکھ لی جائیں۔ متعدد شماروں میں بائیں بازو کے لکھاری اور احمدی صحافی اور ادیب اپنے نقطۂ نظر کی اشاعت کرتے نظر آئیں گے۔ ان کا ایک مشترکہ موضوع احمدیوں کے بنیادی حقوق کی مبینہ خلاف ورزی اور ستمبر 1974ء کی آئینی ترمیم کی مذمت ہوگا۔ میرے پیش نظر 2008ء اور 2009ء کے شمارے ہیں۔

اب چند سطور جناب ارشاد احمد حقانی کے بارے میں:

میں نے روزنامہ جنگ مورخہ 27 جون 2009ء میں جناب حقانی کا کالم ''حرف تمنا'' حیرت اور رنج کے ساتھ ختم کیا۔ جناب حقانی نے اپنے کالم میں راجہ فتح خاں صاحب کا خط بغیر کسی تبصرے کے شائع کیا ہے۔ انھوں نے بعد میں شائع ہونے والے کسی کالم میں بھی راجہ صاحب کے ''افکار عالیہ'' پر اظہار خیال نہیں کیا۔ حالانکہ جماعت اسلامی پنجاب کے ترجمان روزنامہ ''تسنیم'' لاہور کے ایڈیٹر اور جماعت اسلامی پنجاب کے سیکرٹری کی حیثیت سے وہ برسوں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبے کی حمایت کرتے رہے ہیں۔ وہ راجہ صاحب کو اپنے مرحوم دوستوں جناب سعید ملک اور جناب نعیم صدیقی کی مرتبہ کتاب ''فساداتِ پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ پر تبصرہ'' پڑھنے کا مشورہ دے سکتے تھے جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبے کے علاوہ اسلامی ریاست کی نوعیت اور قائداعظم کی 11 راگست 1947ء کی تقریر پر بھی بحث کی گئی ہے۔ لیکن

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

☆☆☆

رکوع وسجدہ سے معذور شخص کے لیے نماز پڑھنے کا صحیح طریقہ

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد

1۔ اگر آپ زمین پر بیٹھ کر یا تخت پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں تو آپ کے لیے بہتر اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ:

(i) زمین پر یا تخت پر بیٹھیے، التحیات کی صورت میں ہو تو اچھا ہے ورنہ جیسے ممکن ہو خواہ چوکڑی مار کر ہو یا ٹانگیں پھیلا کر۔

(ii) پھر اگر یہ ممکن ہو کہ اپنے سامنے نو انچ تک اونچی تپائی رکھ کر اس پر سجدہ کر سکیں تو اس پر ضرور سجدہ کیجیے کیونکہ ایسا کرنا فرض ہوگا اور اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو رکوع اور سجدہ دونوں کے لیے سر سے اشارہ کیجیے۔ سجدہ کے لیے رکوع سے کچھ زیادہ سر کو جھکائیے۔

(iii) قیام کے موقع پر ہاتھ باندھ لیجیے اور باقی تمام وقت اپنے ہاتھ اپنی رانوں اور گھٹنوں پر رکھیے۔ سجدہ کے لیے اشارہ کرتے ہوئے اپنے ہاتھ نہ تو زمین پر رکھیے اور نہ گھٹنوں سے آگے ہوا میں پھیلائیے۔

2۔ اگر آپ زمین یا تخت پر نہیں بیٹھ سکتے۔ البتہ کرسی پر بیٹھ سکتے ہیں تو آپ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں آپ کو مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا ہوگا:

(i) کھڑے ہو کر نماز شروع کرنے کے بجائے آپ بیٹھ کر نماز شروع کیجیے۔ یہ کھڑے ہونے سے زیادہ بہتر ہے اور اگر آپ جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں تو اس سے صف بھی نہیں ٹوٹتی۔

(ii) رکوع اور سجدہ کے لیے سر سے اشارہ کیجیے۔ کرسی کے آگے میز یا ڈیسک پر سجدہ کرنے سے وہ سجدہ نہیں بنتا، اشارہ ہی رہتا ہے۔ اس لیے ڈیسک پر سر ٹکانے سے اگرچہ نماز ہو جاتی ہے لیکن یہ عمل بے فائدہ ہے اور کراہت سے خالی نہیں۔

(iii) قومہ کے وقت ہاتھ گھٹنوں پر رکھیے۔ اپنے پہلو میں نہ لٹکائیے اور سجدہ کے اشارہ کے وقت بھی گھٹنوں پر رکھیے۔ گھٹنوں سے آگے ہوا میں نہ پھیلائیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

موبائل فون کے بارے میں چند مسائل

1۔ موسیقی (یعنی Musical) ٹونز موبائل میں لگانا ہر حالت میں حرام ہے۔ سادی گھنٹی لگانی چاہیے۔

2۔ اذان یا تلاوت کو ٹونز کے طور پر لگانا ان کی بے احترامی ہے۔ لہٰذا بچنا چاہیے۔

3۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی موبائل کو بند کر لینا چاہیے۔ اگر موبائل کو کھلا رکھنا ہی ہو تو اس کی ٹونز کی آواز کو بند کر کے رکھیں۔

4۔ اگر موبائل بند کرنا بھول گئے اور نماز شروع کر دی اور اچانک گھنٹی بجنے لگی تو چونکہ نماز میں کوئی ایسا چھوٹا عمل کیا جائے جس میں عام طور سے ایک ہاتھ استعمال ہوتا ہو، اس کی گنجائش ہے اور اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ اس لیے اگر ہو سکے تو ایک ہاتھ سے موبائل جیب سے نکالے اور اس پر کچھ پڑھے بغیر اس کو بند کر دے۔ اگر جیب کے اندر رکھے ہی باہر سے یا جیب کے اندر ہاتھ ڈال کر بٹن کو بند کر سکے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

● **اقبالیات کے پوشیدہ گوشے** مصنف: پروفیسر امجد علی شاکر

ضخامت: 224 صفحات قیمت: 200 روپے ناشر: جمعیت پبلی کیشنز، رحمان پلازہ، مچھلی منڈی اردو بازار لاہور

امجد علی شاکر کی زیرِ نظر کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے: (1) علامہ اقبال کا ایک فکری معرکہ (2) وطنیت اور قادیانیت ایک مطالعہ (3) چودھری محمد حسین (4) نذیر نیازی (5) فضل کریم درانی

قیامِ پاکستان کے بعد علامہ اقبال کے فن اور شخصیت پر بہت کام ہوا ہے۔ اب ان کا کوئی گوشہ پوشیدہ نہیں رہا ہے۔ بلکہ ان کی ذاتی زندگی کا بھی ہر پہلو ظاہر ہے۔ اس کے باوجود علامہ اقبال کے موضوع میں اتنی برکت ہے کہ ان پر مسلسل لکھا جارہا ہے۔

اس کتاب کے پانچ مضامین 317 حوالہ جات سے مکمل ہوئے ہیں۔ یوں یہ کتاب اپنے حوالہ جات کی وجہ سے متوجہ کرتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے نہایت غور وفکر کے بعد ان مضامین کو قلم بند کیا ہے۔

پہلا مضمون ''علامہ اقبال کا ایک فکری معرکہ'' ہے۔ یہ دراصل علامہ اقبال اور مولانا مدنی کے درمیان ایک بحث ہے۔ جس کی وجہ سے دونوں بزرگوں کے درمیان تلخی آ گئی تھی۔ لیکن اس دور کے چند نیک سیرت افراد نے نہ صرف اس بحث کو ختم کرایا بلکہ تعلقات کی بحالی بھی کرائی تھی۔ اس موضوع پر بہت کچھ پہلے ہی لکھا جا چکا ہے۔ مصنف نے مطبوعہ تحریروں کو حوالہ بنا کر اس موضوع کو مزید واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

دوسرا مضمون ''وطنیت اور قادیانیت ایک مطالعہ'' ہے۔ مصنف نے یہ مضمون محمد متین خالد کی کتاب ''علامہ اقبال اور فتنۂ قادیانیت'' پر لکھا ہے۔ مصنف نے اس مضمون کے لیے صرف تین کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ اس میں انھوں نے ایک اقتباس پر شدید اختلاف کیا ہے اور وہ لکھتے ہیں:

''اس کتاب میں ایک غیر متعلقہ اقتباس بھی شامل ہو گیا ہے۔ شاید نعیم آسی کی مکھی پر متین خالد نے مکھی ماری ہے۔''

یہ نہایت سطحی درجے کا اختلافی انداز ہے۔ راقم کی نظر سے متین خالد کی مرتبہ کتاب ''علامہ اقبال اور فتنۂ قادیانیت'' گزری ہے۔ یہ 711 صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں نام ور مصنفین اور ماہر اقبالیات کے مضامین شامل ہیں۔ مصنف کا صرف ایک اقتباس کے گرد گھومتے رہنا مناسب نہیں ہے۔ مصنف نے دو جگہ متین خالد کو خراجِ تحسین بھی پیش کیا ہے۔ وہ شروع میں لکھتے ہیں:

''محمد متین خالد تحفظ ختم نبوت کے ان تھک کارکن اور اس سلسلے کے نام ور قلم کار ہیں۔ انھوں نے اس حوالے سے مختلف قلم کاروں کے رشحاتِ قلم یکجا کیے ہیں اور ان تحریروں کو ''علامہ اقبال اور فتنۂ قادیانیت'' کے نام سے ایک خوبصورت کتاب میں پیش کر دیا۔''

اور آخر میں لکھتے ہیں:

''ہمیں افسوس کے ساتھ شرم بھی دامن گیر ہے کہ اس کتاب کے مدوّن ہمارے دوست محمد متین خالد ہیں۔ جن سے ہم حسنِ ظن بھی رکھتے ہیں اور خلوص بھی۔ ہم ان کے حسنِ اخلاق اور حسنِ تحریر کے مداح بھی ہیں۔ مگر مقطع میں ایسی سخن گسترانہ بات آ گئی ہے کہ ہم اس کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتے تھے۔''

تین مضامین کا تعلق ایسی شخصیات سے ہے جن کے علامہ اقبال کے ساتھ گہرے مراسم رہے۔ ان میں پہلے چودھری محمد حسین، دوسرے نذیر نیازی اور تیسرے فضل کریم درانی ہیں۔ یہ مضامین نہ صرف ان شخصیات کے ادبی نظریات اور مذہبی عقائد کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں بلکہ ان سے اقبال تک رسائی ہوتی ہے۔ یوں سمجھئے کہ اس کتاب کی اشاعت کے بعد اقبالیات کا کوئی گوشہ پوشیدہ نہیں رہا۔ (تبصرہ: جاوید اختر بھٹی)

● ماہنامہ ''رشد'' لاہور، قرأت نمبر (حصہ اوّل)

قیمت خصوصی شمارہ: 150 روپے　　ضخامت: 720 صفحات

ملنے کا پتا: جامعہ لاہور الاسلامیہ، 91 بابر بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

علم قرأت ولہجاتِ قرأت دیگر علومِ اسلامیہ شریفہ میں سے ایک محترم ومکرم علم ہے۔ مسلمانوں نے نسلاً بعد نسل جن علوم کی ہمیشہ حفاظت کی ہے اُن میں سب سے مقدم قرآن مجید اور اس کی مختلف قرأتوں کا علم ہے۔ گویا یہ ان چند علوم میں سے ہے جن کی یادداری اور حفاظت پوری امت کے تواترِ عملی سے ثابت ہے۔

موجودہ زمانوں میں مسلمانوں کی اجتماعی بدقسمتی کے دیگر مظاہر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انھوں نے بحیثیت مجموعی اپنے تہذیبی اور ملی ورثے کی نگہداشت سے روگردانی کر لی ہے جس کی وجہ سے اُن مقدس ومحترم علوم کے لیے بھی ویسی خدمات سرانجام نہ دی جاسکیں جیسا کہ اس کا حق تھا۔

احادیث مبارکہ کے وہ حصے جن سے ان علوم کے ثبوت کے لیے استشہاد واستدلال کیا جاتا ہے۔ کسی قدر محتاج تشریح وبیان ہیں۔ ہر قرن کے اصحاب علم وفضل نے اس ذمہ داری کو پوری دیانت داری سے ادا کیا ہے۔ عصر حاضر میں تجدد کے علم برداروں کے دیگر فکری مغالطّوں میں سے ایک قرأت قرآنیہ کے تعدد کا انکار بھی ہے۔ معاصر مؤقر ماہنامہ ''رشد'' کے کارپردازان کے پیش نظر انہی متجددین کے نام نہاد اشکالات کا جواب ہے۔

زیرنظر شمارہ ایک خاص نمبر ہے جو کہ قرأت ہی کے موضوع پر مختلف اہم ابحاث پر مشتمل ہے۔ شمارے میں ایک

قابل ذکر تعداد مترجم مضامین کی ہے، لیکن طبع زاد مضامین بھی موجود ہیں۔ اکابر و اساطین قراء کرام کے انٹرویوز کو بھی شمارے کی زینت بنایا گیا ہے۔ اہم لکھنے والوں میں حافظ عبدالرحمٰن مدنی، جناب محمد اکرم چودھری، حافظ محمد زبیر اور محمد رفیق چودھری کے اسمائے گرامی موجود ہیں۔ منکرین قرأت کے اشکالات وشبہات پر قاری محمد طاہر رحیمی رحمتہ اللہ علیہ کی تحریر کردہ والا شان تصنیف ادفاع قرأت کی مکمل تلخیص شاملِ اشاعت کرنے سے یہ شمارہ ہر دارالقرآن کی ضرورت بن گیا ہے۔

احادیث سبعہ احرف کی توضیح وتاویل بیان کرنے کے لیے لکھے جانے والے دو مضامین کو فاضل مدیر نے اس خاص نمبر کا تحفۂ خاص قرار دیا ہے۔ ان مضامین میں سے اوّل جناب مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کا تحریر کردہ اور دوسرا جناب ڈاکٹر مفتی عبدالواحد کا نتیجۂ فکر ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں علم قرأت کی اہم اسناد پر جناب مولانا محمد صدیق اراکانی کے رشحاتِ قلم ایک اہم اور قابل ذکر مضمون کی صورت میں موجودہ ہیں۔ البتہ اس میں ایک مقام محل ذکر ہے۔ صفحہ 209 پر حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی نور اللہ مرقدہ کے تلامذہ کو بیان کرتے ہوئے انھوں نے جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ کا نام بھی ذکر کر دیا ہے۔ جبکہ یہ بات خلافِ واقعہ ہے۔ وہ حضرت قاری صاحب کے ہم عصر تھے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے دوسرے فرزندوں مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ اور مولانا سید عطاء المہیمن بخاری حضرت قاری رحیم بخش رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

مجموعی طور پر یہ شمارہ ایک انتہائی اہم اور حوالے کی چیز قرار دیا جاسکتا ہے۔ خاص طور پر علوم قرأت کا شوق رکھنے والے افراد کے لیے یہ یقیناً کئی کتابوں سے بے نیاز کر دینے والا مجموعہ ہے۔ (تبصرہ: صبیح ہمدانی)

- **خبر نامہ عبدالرحمٰن اسلامک لائبریری**

ضخامت: 30 صفحات پتا: گلشن فیض، مین گلی، گیلانی کینال و یو، ممتاز آباد، ملتان

جناب محمد یٰسین شاد ہمارے کتاب دوست اور صاحبِ مطالعہ احباب میں سے ہیں۔ مسلکاً اہل حدیث ہیں لیکن فرقہ واریت کے تعصب سے کوسوں دور ایک وضع دار انسان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مسلک کے صاحبانِ ذوق اُن کے احباب میں شامل ہیں۔ انھوں نے اپنے مطالعاتی ذوق کی تسکین کے لیے اپنے والد مرحوم کے نام سے موسوم ''عبدالرحمٰن اسلامک لائبریری'' 1997ء میں قائم کی اور مسجد السلام اہل حدیث بھی تعمیر کرائی ہے۔ مسجد ہی کے ایک چھوٹے سے کمرے میں قرآن وحدیث، فقہ، تاریخ اور ادب کی کتابوں کی دنیا بسائی ہے۔ ''خبر نامہ عبدالرحمٰن اسلامک لائبریری'' اُن کی علمی ودینی سرگرمیوں کا مرقع ہے۔ اس مختصر کتابچے میں دعا، روزہ اور مسجد کے فضائل واحکام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند وصیتیں اور مسجد السلام اہل حدیث وعبدالرحمٰن اسلامک لائبریری کے تعارف پر مشتمل مضامین شامل ہیں۔

(تبصرہ: میم الف میم)

● **امام لاہوری کے رسائل**　　مرتب: مولانا عبدالقیوم حقانی

ضخامت: 334 صفحات　　قیمت: درج نہیں　　ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ

قرآن مجید میں ارشاد ہے ’’میں نے جن اور انسان بنائے تو صرف اپنی بندگی کے لیے۔ میں ان سے کوئی روزی نہیں چاہتا اور نہ ہی چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔‘‘ پھر ارشاد ہوا ’’ہر جاندار کی روزی کا ذمہ میرے اوپر ہے۔‘‘

ان کھلے احکامات کی موجودگی میں ہم سب لوگ روٹی روٹی پکارتے ہیں۔ روٹی کے لیے سرگرداں ہیں۔ اللہ کی یاد سے غافل ہیں۔ یہی ہمارا سب سے بڑا جرم ہے۔ اگر انسان اپنا مقصدِ حیات پورا کر رہا ہے تو انسان کہلانے کا حقدار ہے ورنہ جانور سے بھی بدتر ہے۔ زندگی وہی خوبصورت ہے جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر بسر کی جائے۔ اسی رہبری کے حوالے سے مولانا عبدالقیوم حقانی قابل تعریف ہیں جنھوں نے ’’صدیقی ٹرسٹ‘‘ کراچی کے شائع کردہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے تبلیغی، اصلاحی اور آسان رسائل کا مجموعہ، ان کی اجازت سے دلکش ٹائٹل کے ساتھ شائع کیا ہے۔ حضرت امام لاہوریؒ ایک عظیم مفسر قرآن، محدث، مبلغ اور مصلح تھے۔ ان کی سادہ گفتگو اور سلیس تحریروں سے ہزاروں انسانوں نے رہنمائی حاصل کی۔ ان رسائل میں آج کے گم کردہ راہ مسلمانوں کے لیے رہنمائی کا آسان راستہ اور دین سے غافل مسلمانوں کے ذہنوں میں اٹھنے والے بہت سارے سوالات کا جواب موجود ہے۔

● **موبائل فون کے شرعی احکام**　　مؤلف: مفتی شاہ اورنگ زیب حقانی

ضخامت: 54 صفحات　　قیمت: درج نہیں　　ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ

موجودہ دور میں روز بروز نئے نئے انکشافات اور نئی نئی سائنسی ایجادات سامنے آرہی ہیں۔ موبائل فون بھی ان جدید آلات میں سے ایک ہے۔ انسانی زندگی میں اسی ایجاد نے کافی سہولیات پیدا کی ہیں۔ مگر اپنی تمام تر افادیت کے علاوہ یہ سائنسی آلہ بہت ساری قباحتیں بھی ساتھ لایا ہے۔ ہزاروں پیچیدہ اور لامحدود مسائل پیدا ہوگئے ہیں۔ کیا بچہ کیا بوڑھا، کیا مرد کیا عورت، کیا امیر کیا غریب ہر عمر کے لوگوں کے پاس موبائل فون موجود ہے۔ ضرورت کے تحت اس کا استعمال یا اسے اپنے پاس رکھنے میں کوئی نقصان نہیں۔ مگر غیر ضروری طور پر جسے دیکھو کان پکڑے ہوئے ہے۔

جب تک یہ ایجاد نہیں ہوا تھا۔ محکمہ ٹیلیفون کی طرف سے ان کی جاری کردہ ڈائرکٹری میں جگہ جگہ یہ بات پڑھنے کو ملتی تھی۔ ’’مختصر بات کریں۔ آپ کا وقت قیمتی ہے۔‘‘ اب یہ حال ہے ’’بات کرو۔ ساری رات کرو۔‘‘ ویڈیو گانے۔ فلم، عریاں و نیم عریاں تصاویر نیز ہر قسم کی فحاشی پھیلانے میں یہ آلہ پیش پیش ہے۔ کئی اخلاق سوز واقعات صرف اس کی وجہ سے رونما ہو چکے ہیں۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں مؤلف نے موبائل فون کے صحیح استعمال پر زور دیا ہے اور اس موضوع پر اہم فقہی مسائل یکجا کر دیے ہیں۔ رنگ ٹونز کے ذریعے اذان، قرأت، نعتیں، نظمیں، گانے سننا، سکرین سیور پر کلماتِ مقدسہ کا حکم، دورانِ نماز فون آئے تو کیا کریں۔ مسجد کی بجلی سے موبائل چارج کرنا، موبائل کے ذریعے نکاح، مسڈ کالز کا حکم، قرآنی آیات و احادیث مسیج کرنے کا حکم، ایزی لوڈ اور بیلنس پر زکوٰۃ کا مسئلہ ایسے بہت سے مسائل پر شرعی نقطہ نگاہ سے بہترین رہنمائی کی ہے۔ (تبصرہ: شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی)

ادارہ

اخبار الاحرار

سرگودھا (3 / اکتوبر) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری نے 3 / اکتوبر کو سرگودھا کے قریب کوٹ چوغطہ میں جناب ڈاکٹر محمد ظہیر حیدری، ڈاکٹر فضل الرحمٰن، حبیب الرحمٰن اور شہیدِ ناموس صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) عزیز الرحمٰن مرحوم کے عزیزان حافظ مطیع الرحمٰن اور حافظ عبید الرحمٰن کی تقریب نکاح مسنونہ میں شرکت فرمائی نکاح پڑھایا اور خطاب فرمایا، مرکزی ناظم اعلیٰ عبداللطیف خالد چیمہ کے علاوہ مولانا محمد الیاس گھمن، مولانا قاضی عزیز الرحمٰن (رحیم یار خان) اور دیگر حضرات نے بھی اس مبارک تقریب سے خطاب فرمایا۔ خطیب جامع مسجد احرار چناب نگر مولانا محمد مغیرہ، مولانا منظور احمد، حافظ محمد شفیق، قاضی عبدالقدیر بھی تقریب میں شریک ہوئے۔ حمدِ باری تعالیٰ اور نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خطاب بات کے حوالے سے منعقدہ تقریب رات دیر تک جاری رہی۔

متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی کا اجلاس

لاہور (5-اکتوبر) متحدہ تحریکِ ختمِ نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان نے فیصلہ کیا ہے کہ تحفظ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون اور امتناعِ قادیانیت ایکٹ کا ہر قیمت پر دفاع کیا جائے گا۔ اِن قوانین کو ختم یا غیر مؤثر کرنے کی کوششیں ملک کے نظریاتی وجغرافیائی تشخص کو تباہ اور ختم کرنے والی خطرناک سازشوں کا حصہ ہے۔ اجلاس میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ بین الاقوامی اداروں، حکمرانوں اور بعض سیاستدانوں کی طرف سے آئین کی اسلامی دفعات کو ختم کرنے خصوصاً عقیدۂ ختمِ نبوت کی توہین پر مبنی بیانات کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورتِ حال کے سدباب کے لیے رائے عامہ کو منظّم اور بیدار کرنے کے لیے صوبائی دارالحکومتوں اور بڑے بڑے مقامات پر اجتماعات اور مظاہروں کا اہتمام کیا جائے گا۔ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی دفتر نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری کی زیرِ صدارت منعقدہ اجلاس میں پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی، مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان کے پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، مولانا محمد مغیرہ، قاری محمد یوسف احرار، میاں محمد اویس، متحدہ تحریکِ ختمِ نبوت کے کنونیئر عبداللطیف خالد چیمہ، جمعیت علماءِ اسلام کے مرکزی رہنما مولانا عبدالخالق اور مولانا عبدالرؤف فاروقی، جماعتِ اسلامی کے چوہدری محمد انور گوندل، تحریکِ انصاف کے محمد اعجاز چوہدری، مرکزی جمعیت اہلحدیث کے مرکزی نائب ناظم رانا محمد شفیق پسروری، جمعیت علماء اسلام (ف) کے عبدالشکور، انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ پاکستان کے سربراہ مولانا محمد الیاس چنیوٹی، قاری شبیر احمد عثمانی، قاری محمد رفیق وجھوی، مولانا محمد یونس حسن، مولانا محمد شفیع قاسمی، مولانا عبدالرشید انصاری، سید محمد زکریا شاہ،

خاکسارتحریک کے قائدحمیدالدین المشر قی،تحریک انصاف پاکستان کے نائب صدر اعجاز چوہدری،مسلم لیگ (ن) کے مہر اشفاق احمد (ایم پی اے) مولانا الطاف حسین گوندل،سید میر رمیزاحمداور یگر رہنماؤں نے شرکت کی۔

تین گھنٹے تک جاری رہنے والے تمام مکاتب کے اس نمائندہ اجلاس میں ایم کیوایم کے قائد الطاف حسین کی طرف سے قادیانیوں کومسلمانوں کی صفوں میں لاکھڑا کرنے کی موہوم کوشش کی شدید الفاظ میں مذمت کی گئی اور گورنر پنجاب اور مقتدر حلقوں کی طرف سے قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذات خود توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیتے ہوئے اسے قرآن وسنت اور دستورِ پاکستان سے انحراف اور غداری قرار دیا گیا۔

سید عطاء المہیمن بخاری نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ زرداری اور گیلانی حکومت عالم کفر اور امریکی تابعداری میں تمام حدیں کراس کرگئی ہے پرویز مشرف کی اسلام ووطن دشمن پالیسیوں کا خطرناک تسلسل جاری ہے اور عوام کا جینا دوبھر کردیا گیا ہے انھوں نے کہا کہ دفاع اسلام پاکستان کے لیے تمام دینی ومحبِّ وطن سیاسی قوتوں کومل جل کر کردارادا کرنا چاہیے اور دین متین پر ہونے والے حملوں کو روکنے کے اٹھ کھڑے ہونا چاہیے۔مولانا زاہدالراشدی نے نے کہا کہ پالیسی ساز ادارے موجودہ حکومت کو بچانے کی بجائے وطن عزیز کو بچانے کی فکر کریں۔انھوں نے کہا کہ ہم تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور تحفظ ختم نبوت کے لیے آگے بڑھنا چاہتے ہیں اس کے لیے جو کچھ بھی کرنا پڑا گریز نہیں کریں گے۔

مولانا محمد الیاس چنیوٹی ایم پی اے نے کہا کہ پاکستان کو سیاسی اور معاشی طور پر تباہ کرنے میں حکمرانوں کی ریس لگی ہوئی ہے اور قادیانی سازشیں نقطۂ عروج پر ہیں۔مولانا عبدالرؤف فاروقی اور مولانا عبدالخالق نے کہا کہ 295-C اقلیتوں کے سر پر تلوار کی طرح لٹک رہی ہے اور یہ تلوار لٹکتی رہنی چاہیے تاکہ کسی کو توہین قرآن اور توہین انبیاء کرام علیہم کی جرأت نہ ہو۔چودھری محمد انور گوندل نے کہا کہ الطاف حسین قادیانیت کا جدید ایڈیشن ہے۔زرداری کے ہاتھ مضبوط کرنے کا مطلب ہے قادیانیت اور ملک دشمنی کو تقویت دینا ہے۔

اعجاز چودھری نے کہا کہ تحریکِ انصاف اِن مسائل پر تحریکِ ختم نبوت کے ساتھ ہے 295-C میں ایک لفظ بھی انسانی حقوق کے خلاف نہیں عیسائیوں اور قادیانیوں کو محاذ آرائی ترک کردینی چاہیئے۔مسلم لیگ (ن) کے مہر اشتیاق احمد (ایم پی اے) نے کہا کہ شہباز شریف اوران کی حکومت اس مسئلہ پر الطاف حسین کے مئوقف کی سخت مخالف ہے۔سید محمد زکریا شاہ نے کہا کہ الطاف حسین اور گورنر سلمان تاثیر یہودیوں کے پروردہ قادیانیوں کی خوشنودی کے لیے کام کررہے ہیں۔

عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون اور امتناع قادیانیت ایکٹ کے خلاف کسی سازش کو ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا اور اس قسم کی سوچ رکھنے والوں کو ملتِ اسلامیہ اور پاکستان کی غیور مسلمانوں کی طرف سے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اجلاس میں اعلان کیا گیا کہ اس سلسلہ میں ملک بھر میں رائے عامہ کو منظّم کرنے کے لیے مختلف مکاتبِ فکر کے

علماءِ کرام اور دینی کارکنوں کے مشترکہ اجتماعات، عوامی کانفرنسوں اور پبلک مظاہروں کا اہتمام کیا جائے گا جس کی تفصیلات طے کرنے کے لیے مولانا محمد الیاس چنیوٹی، سید محمد کفیل بخاری، مولانا عبدالرؤف فاروقی، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، رانا محمد شفیق خاں پسروری، حمید الدین المشرقی، قاری جمیل الرحمٰن اختر، محمد متین خالد، مولانا شمس الرحمٰن معاویہ، مرزا محمد ایوب بیگ اور قاری شبیر احمد عثمانی پر مشتمل ایک گروپ قائم کیا گیا جو آئندہ پندرہ روز کے اندر عملی پروگرام کی تفصیل طے کرکے اس کا لاہور میں ایک پریس کانفرنس میں باضابطہ اعلان کرے گا۔

اجلاس میں ملک بھر کی دینی و سیاسی جماعتوں۔ اہل دانش اور میڈیا سے تعلق رکھنے والے ذمہ دار حضرات سے پرزور اپیل کی گئی کہ وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اسلامی نظریاتی تشخص کے تحفظ بالخصوص عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لیے اس جدوجہد میں شریک ہو کر اور ملک کی رائے عامہ کو منظّم کرنے کے لیے اپنا مئوثر کردار ادا کریں۔ اجلاس میں چناب نگر (ربوہ) قادیانیوں کی اجارہ داری اور مسلمانوں کو پریشان کرنے والے حربوں پر گہری تشویش کا اظہار کیا گیا اور پنجاب حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ امتناع قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد کی صورتحال کو یقینی بنائے۔ ایک قرارداد میں ماڈل ٹاون لاہور میں بڑھتی ہوئی قادیانیوں کی سرگرمیوں اور کھلے عام شعائر اسلامی کی توہین کا فوری نوٹس لینے کا مطالبہ کیا گیا۔ اجلاس میں واضح کیا گیا کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے قانون کی عمل داری کو یقینی نہ بنایا تو عوام میں پیدا ہونے والے فطری اشتعال اور منفی ردعمل کی ذمہ داری براہ راست قادیانیوں اور سرکاری انتظامیہ پر عائد ہوگی۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ قادیانیوں اور قادنی نواز عناصر کا ہر سطح پر راستہ روکا جائے اور سیاسی اور معاشرتی سطح پر بھی ایسے عناصر کو بے نقاب کیا جائے گا جو مسلمانوں کے بھیس میں منکرین ختم نبوت کی بولی بول رہے ہیں اجلاس میں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا اور ان کے مالکان سے اپیل کی گئی کہ وہ تحریک ختمِ نبوت کے مئوقف کو نظر انداز کرنے کی بجائے اس کو بھی دنیا تک پہنچائیں اجلاس میں ان اخبارات و جرائد اور نشریاتی اداروں کا شکریہ ادا کیا گیا جنھوں نے تحریک ختمِ نبوت کے مسلمہ مئوقف کو دنیا تک پہنچایا۔ اجلاس میں سندھ خصوصا کراچی اور حیدر آباد میں علماء ختمِ نبوت اور کارکنان ختم نبوت پر پولیس اور ایک لاثانی تنظیم کی طرف سے ہراساں۔ تشدد اور مساجد کی بے حرمتی کرنے جیسے واقعات کی شدید الفاظ میں مذمت کی گئی اور مطالبہ کیا گیا کہ اس قسم کی کاروائیوں کے اصل ذمہ داران کے خلاف قانون کے مطابق کاروائی عمل میں لائی جائے۔

☆☆☆

لاہور (6 ستمبر) ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین کی طرف سے عقیدۂ ختم نبوت اور شعائرِ اسلام کی توہین قادیانیت نوازی اور گورنر پنجاب اور مقتدر حلقوں کی طرف سے قانون توہین رسالت کو ختم کرنے جیسے بیانات کے حوالے سے متحدہ تحریک ختم نبوت پاکستان کے ملک گیر سطح پر رائے عامہ کو بیدار اور منظّم کرنے کے لیے مولانا محمد الیاس چنیوٹی، سید

محمد کفیل بخاری، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا شمس الرحمٰن معاویہ، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، مرزا محمد ایوب، حمید الدین المشرقی، قاری جمیل الرحمٰن اختر، محمد متین خالد اور قاری شبیر احمد عثمانی پر مشتمل کمیٹی قائم کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔ اس سلسلہ میں ملک بھر میں رائے عامہ کو بیدار کرنے کے لیے مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کرام اور دینی کارکنوں کے مشترکہ اجتماعات، عوامی کانفرنسوں اور پبلک مظاہروں کے لیے ہوم ورک مکمل کر کے تفصیلات کا اعلانِ لاہور میں ایک پریس کانفرنس کے ذریعے کیا جائے گا۔

متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔ (نواب زادہ منصور احمد خان)

لاہور (6/ اکتوبر) پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی کے سربراہ نواب زادہ منصور احمد خان نے قانون تحفظ ناموسِ رسالت اور تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں تمام مکاتبِ فکر پر مشتمل ''متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی'' کے مطالبات کی مکمل تائید و حمایت کا اعلان کیا ہے۔ تحریک ختم نبوت کے رہنما سید محمد کفیل بخاری سے بات چیت کے دوران انھوں نے کہا کہ میرے والد گرامی نواب زادہ نصر اللہ خان نے آزادیٔ وطن اور تحریک ختم نبوت کے حوالے سے حریت پسند جماعت مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے ایک طویل جدوجہد کی۔ سامراج اور اس کے حاشیہ بردار قادیانیوں کے خلاف ایک تاریخ ساز کردار ادا کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین اور گورنر پنجاب شعائر اسلام کی سخت توہین کے مرتکب ہوئے ہیں اور قادیانیوں اور قادیانی نواز عناصر کو حوصلہ دے کر کسی نئی خطرناک مہم جوئی کی سازش ہو رہی ہے۔ نواب زادہ منصور احمد خان نے کہا کہ وہ اپنے مرحوم والد گرامی کے کردار کو زندہ رکھتے ہوئے اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ تحفظ ختم نبوت کے لیے ہر سطح پر اپنا کردار ادا کرتے رہیں گے۔

پیپلز پارٹی بھٹو کے تحفظ ختم نبوت کے لیے کردار سے انحراف کر رہی ہے۔ (عبداللطیف خالد چیمہ)

چیچہ وطنی (7- اکتوبر) متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے کنوینر عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ شیری رحمان سمیت حکومتی ارکان قرآنی والہامی قوانین اور 295- سی کے خلاف ہرزہ سرائی کر کے کفر اور عالم کفر کی تائید کر رہے ہیں۔ پیپلز پارٹی قادیانیوں کو نوازنے میں سبقت لے گئی ہے پوری قوم کٹ مرے گی لیکن قانون توھین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرے گی اور اس قانون کو ختم کرنے کی باتیں کرنے والے اپنے انجامِ بد کو پہنچیں گے، انھوں نے کہا کہ قومی سطح پر دینی و سیاسی قیادت، مفادات کی دلدل سے نکل کر تحریکِ تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنا کردار ادا کرے اور قوم کو وطن عزیز کے خلاف ہونے والی سازشوں سے آگاہ کرے ایک بیان میں انھوں نے کہا کہ بھٹو مرحوم نے لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور 7- ستمبر 1974ء کو اسمبلی میں کہا کہ یہ فیصلہ دینی و سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے ضروری اہمیت کا حامل اور عوامی خواہشات کا ترجمان ہے جبکہ آج کی پیپلز پارٹی بھٹو مرحوم کے تحفظ ختم نبوت کے کردار سے انحراف کر رہی ہے۔

چیچہ وطنی (8-اکتوبر) متحدہ تحریک ختمِ نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان نے عالمی تنظیم اہلسنت کی طرف سے توھین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب ہونے پر گورنر پنجاب کے خلاف تھانہ سول لائنز لاہور میں مقدمہ کے لیے درخواست دائر کرنے کا خیرمقدم کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ ایف آئی آر بلا تاخیر درج کی جائے اور ملزم کو گرفتار کیا جائے متحدہ تحریک ختم نبوت میں شامل تمام مکاتب فکر کے رہنماؤں نے ملک بھر کے علماء کرام اور خطباء عظام سے پرزور اپیل کی ہے کہ وہ آج جمعۃ المبارک کے اجتماعات کے موقع پر تحریک تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں عوام کو مقتدر حلقوں اور الطاف حسین کی قادیانیت نوازی اور اسلام اور وطن عزیز کے خلاف قادیانی سازشوں سے آگاہ کریں متحدہ تحریک ختم نبوت کے ایک مرکزی ترجمان نے بتایا ہے کہ اس سلسلہ میں مجلس احرارِ اسلام کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری ملتان، پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی گوجرانوالہ، سید محمد کفیل بخاری اور مولانا شمس الرحمٰن معاویہ خیر پور میرس (سندھ)، عبداللطیف خالد چیمہ بورے والا، مولانا مغیرہ اور قاری شبیر احمد عثمانی چناب نگر، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، مولانا عبدالرؤف فاروقی، قاری محمد یوسف احرار اور قاری جمیل الرحمٰن اختر لاہور، مولانا عبدالخالق اسلام آباد، مولانا منظور احمد چیچہ وطنی اور دیگر رہنما مختلف مقامات پر نمازِ جمعۃ المبارک کے موقع پر احتجاجی اجتماعات سے خطاب کریں گے۔

بورے والا میں عبداللطیف خالد چیمہ کے اعزاز میں عشائیہ اور پریس کانفرنس

بورے والا (8-اکتوبر) متحدہ تحریک ختمِ نبوت رابطہ کمیٹی کے کنوینئر اور مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے جامع مسجد ڈی بلاک بورے والا میں نمازِ جمعۃ المبارک کے بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کیری لوگر بل دراصل ملک کی سلامتی اور خودمختاری کو امریکہ کے ہاتھوں فروخت کرنے کا دوسرا نام ہے وطن عزیز کی سالمیت خطرے میں ہے پیپلز پارٹی کی حکومت ملک کی بجائے اقتدار کو بچانے میں لگی ہوئی ہے ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین قادیانیوں کو مسلمانوں کی صفوں میں لاکھڑا کرنے کے لیے بیتاب ہیں پنجاب قادیانیوں اور قادیانی نواز عناصر کو ہرگز قبول نہیں کرے گا انھوں نے کہا کہ (ن) لیگ سمیت تمام محبِّ وطن قوتوں کو مصلحتیں ترک کر کے آگے بڑھنا چاہتے۔ قبل ازیں ایک مقامی ہوٹل میں محمد نوید طاہر کی طرف سے اپنے عزاز میں عشائیہ تقریب اور پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ کرپٹ حکمرانوں نے قومی غیرت کا جنازہ نکال کر رکھ دیا ہے انھوں نے بتایا کہ تمام مکاتب فکر کے علماء کرام اور سرکردہ مذہبی جماعتوں کے نمائندوں اور سیاسی رہنماؤں نے لاہور میں منعقدہ اجلاس میں طے کیا ہے کہ وہ قادیانیوں اور ان کے سرپرستوں کی اسلام اور وطن عزیز کے خلاف خطرناک سرگرمیوں کے سدباب کے لیے مشترکہ جدوجہد کریں گے اور اس کے لیے تمام وسائل کو بروئے کار لایا جائے گا۔ انھوں نے کہا کہ قادیانیوں کی حمایت کرنے پر قادیانی جماعت نے ایم کیو ایم کو خطیر رقم دی ہے اور مرزا مسرور نے قادیانیوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ الطاف حسین کے لیے دعائیں کریں انھوں نے کہا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر (معاذ اللہ) تنقید

برداشت کرنے کی بجائے کراچی اور حیدرآباد میں متعدد مقامات پر علماء ختمِ نبوت اور کارکنان ختمِ نبوت پر تشدداور مساجد کی بے حرمتی پر اُتر آئے ہیں انھوں نے کہا کہ گورنر پنجاب اور حکمران نمائندے قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید کر کے ملک میں انارکی اور فسادات کو ہوا دے رہے ہیں انھوں نے کہا کہ 295- سی ختم کرنے کا مطلب یہ بنتا ہے کہ لوگ قانون خود ہاتھ میں لیں ایک سوال کے جواب میں انھوں نے کہا کہ نامساعد حالات کے باوجود متحدہ تحریک ختمِ نبوت، عقیدۂ ختمِ نبوت اور قادیانیت کی روک تھام کے لیے اپنی پُرامن جدوجہد جاری رکھے گی، قادیانیوں اور قادیانی نواز عناصر کا راستہ روکنے کے لیے تمام وسائل کو بروئے کار لایا جائے گا ایک سوال کے جواب میں کہا کہ کیری لوگر بل قوم اور اداروں کو تقسیم کرنے، ملک پر امریکی تسلط قائم کرانے کی سازش ہے فوج، حکومت اور عوام کو لڑانے کے لیے امریکہ ایسی کارروائیاں کر رہا ہے صدر زرداری اور گیلانی کی حکومت امریکی تابعداری اور قادیانیت نوازی میں تمام حدیں کراس کر گئی ہے اور حکمران ملک کی نظریاتی وجغرافیائی سرحدوں کو منہدم کرنے پر تلے ہوئے ہیں انھوں نے کہا کہ اسرائیل میں قادیانی مشن پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کی تاک میں ہے اور قادیانی اکھنڈ بھارت کے لیے کام کر رہے ہیں۔

بورے والا: قانون توہین رسالت کے تحفظ اور کیری لوگر بل کے خلاف احتجاجی مظاہرہ

بورے والا (9- اکتوبر) ایم کیوایم کے قائد الطاف حسین کی قادیانیت نوازی گورنر پنجاب وحکمرانوں کی طرف سے قانونِ توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید اور کیری لوگر بل کے خلاف تحریک ختمِ نبوت اور مجلس احرارِ اسلام بورے والا کے زیر اہتمام زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا گیا مظاہرے کی قیادت مجلس احرارِ اسلام کے سیکرٹری جنرل اور متحدہ تحریک ختمِ نبوت رابطہ کمیٹی کے کنونیئر عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا عبدالنعیم نعمانی، صوفی عبدالشکور احرار، ڈاکٹر عبدالحفیظ کھوکھر، محمد نوید طاہر، حکیم عبدالرزاق، مولانا محمد یاسر راشیدی، شاہد حمید اور رانا خالد محمود اور دیگر کر رہے تھے مظاہرے کا آغاز جامع مسجد ڈی بلاک سے نمازِ جمعۃ المبارک کے بعد ہُوا مظاہرین حکومت، الطاف حسین، قادیانیوں اور قادیانی نواز سیاستدانوں کے خلاف سخت نعرے بازی کرتے ہوئے بورے والا پریس کلب کے سامنے پہنچے جہاں عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا عبدالنعیم نعمانی اور انجمن تاجران بورے والا کے صدر محمد جمیل بھٹی، حکیم عبدالرزاق نے خطاب کرتے ہوئے الزام عائد کیا کہ پیپلز پارٹی نے ایوان صدر کو قادیانی سازشوں کا مرکز بنا دیا ہے اور ملک وملت کے خلاف دین بیزار طبقوں کو نوازا جا رہا ہے، عبداللطیف خالد چیمہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ الطاف حسین کہہ رہے ہیں کہ ''پنجاب والے بوریاں تیار رکھیں ایم کیو ایم پنجاب میں آ رہی ہے'' انھوں نے کہا کہ ایم کیوایم پنجاب کو بھی فسادات اور بھتے کا گڑھ بنانا چاہتی ہے اور اس کام کے لیے قادیانیوں سے بھی ملی بھگت کی گئی ہے انھوں نے کہا کہ گورنر پنجاب نے 295- سی ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے اور صدر زرداری کہہ رہے ہیں کہ اس قانون کا غلط استعمال نہیں ہونے دیں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت باقی سارے قوانین کا غلط استعمال کر رہی ہے مولانا عبدالنعیم نعمانی نے کہا کہ پوری قوم ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر مر مٹے گی لیکن اس

قانون کو کسی قیمت پر ختم نہیں ہونے دے گی یہ ملک اسلام کے نام پر بنا تھا اور اسلام کے نام پر ہی باقی رہ سکتا ہے مظاہرین نے بڑے بڑے بینرز اور کتبے اُٹھا رکھے تھے جن پر مختلف تحریکِ ختم نبوت کے مطالبات پر مشتمل نعرے درج تھے شرکاء نے حکمرانوں اور قادیانیوں کے علاوہ الطاف حسین کے خلاف سخت نعرے بازی کی مظاہرے میں مطالبہ کیا گیا کہ امتناع قادیانیت ایکٹ پر مؤثر عمل درآمد کرایا جائے اور مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔

جی ایچ کیو پر حملہ، کیری لوگر بل اور بلیک واٹر ملکی سلامتی کے خلاف سازش ہے

لاہور (11-اکتوبر) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری، سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری اور قاری محمد یوسف احرار نے کہا ہے کہ جی ایچ کیو پر دہشت گردی اور اتنا نقصان ملکی سلامتی کے حوالے سے کوئی معمولی واقعہ نہیں اِن حالات میں آرمی ہیڈ کوارٹر پر اس قسم کا حملہ ملک کی سلامتی پر حملہ ہے۔ احرار رہنماؤں نے کہا کہ دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں پاکستان نے خود اپنے آپ کو غیر محفوظ کر لیا ہے اور حکمران امریکہ کی ہاں میں ہاں ملا کر ملک کو خانہ جنگی کی طرف لا رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کو تنہا کر کے اس کی معیشت کو بھی تباہ کر کے رکھ دیا گیا ہے مشترکہ بیان میں کہا گیا ہے کہ کیری لوگر بل ملکی سلامتی کا سودا اداروں کو تباہ کرنے والے ملک کی جغرافیائی سرحدوں کو منہدم کرنا چاہتے ہیں بلیک واٹر جیسی دہشت گرد اور خونخوار تنظیموں کو نظر انداز کر کے اُن کو بریت کا سرٹیفکیٹ جاری کرنا اُن کی سرگرمیوں سے مجرمانہ اغماض برتنے کے مترادف ہے۔ انھوں نے کہا کہ بیرونی ایجنسیوں کی کارروائیوں کو کسی طور پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا انھوں نے کہا کہ پوری قوم بُری طرح عدم تحفظ کا شکار ہے اور ہمارے ایٹمی پروگرام کو ختم کرنے کی سازشیں اگلے مرحلے میں داخل ہو چکی ہیں امریکہ، بھارت اور اسرائیل کے توسیع پسندانہ عزائم کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا احرار رہنماؤں نے مزید کہا کہ بلیک واٹر کی خطرناک سرگرمیاں عیاں ہونے کے بعد سرکاری حکام اور برسر اقتدار پارٹی یہ کہہ رہی تھی کہ چند سو افراد اسلام آباد میں ہمارا کیا کر سکتے ہیں اگر اُن میں اخلاقی جرأت ہے تو اب بتانا پسند فرمائیں گے کہ یہ کیا ہو گیا ہے؟

حکمران امریکی فرماں برداری میں وطن عزیز کا سودا کر چکی ہے

لاہور (16-اکتوبر) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری اور سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ امریکہ دنیا میں امن کے نام پر بدامنی اور دہشت گردی کو ختم کرنے کے نام پر خونخواری کو پروان چڑھا رہا ہے ایک بیان میں انھوں نے کہا کہ پاکستانی حکمران امریکہ کی فرماں برداری میں مزید سبقت لے جانے کے لیے ہر فیصلے کے سامنے سرنگوں ہو کر وطن عزیز کے مفادات کا سودا کر چکے ہیں حزبِ اختلاف کے مفادات مشترکہ نظر آنے لگے ہیں ایسے میں محبِ وطن سیاستدانوں اور دینی قوتوں کو پوری جرأت کے ساتھ آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔ کیری لوگر بل کی بعض شقیں نہیں بلکہ پورے کا پورا بل ہماری خود مختاری کے لیے زہر قاتل ہے اس کو ''ملفوف'' یا شوگر کوٹیڈ بنا کر پیش کرنے

والے دھوکہ دے رہے ہیں۔انھوں نے کہا کہ کچھ لوگ دھوکہ کھا بھی رہے ہیں اور قوم کو دھوکہ دے بھی رہے ہیں انھوں نے کہا کہ یکے بعد دیگر حساس مقامات پر حملے ملکی سلامتی کے حوالے سے سوالیہ نشان ہیں اور لوگ مر رہے ہیں قوم خانہ جنگی کی حالت کی طرف جا رہی ہے اور حکمران کہہ رہے ہیں کہ حملے ناکام ہوگئے۔انھوں نے کہا کہ دہشت گردی ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس دہشت گردی کے اصل اسباب وعوامل تلاش کر کے ان کا حل کیا جائے۔

وطن عزیز کو عدم استحکام کا شکار کرنے میں قادیانیوں کا کردار ہے

لاہور (21-اکتوبر) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ پنجاب اسمبلی میں الطاف حسین اور گورنر پنجاب سلمان تاثیر کی توہین رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قادیانیت نوازی کے حوالے سے آواز گونجی ہے۔اِن شاء اللہ تعالیٰ پوری دنیا میں قادیانیوں اور قادیانیوں کے پُشت پناہ سیاستدانوں کو بے نقاب کرنے کی جدوجہد آگے بڑھتی رہے گی ایک بیان میں سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ اگر غیر جانبدارانہ تحقیقات ہوں تو یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ وطن عزیز کو عدم استحکام کی طرف لے جانے میں دین دشمنوں اور قادیانیوں کا اہم کردار ہے انھوں نے کہا کہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی میں خودکش حملوں اور تعلیمی اداروں کی بندش ملک کو تاریکی کی طرف لے جارہی ہے جو حکمرانوں کی طرف سے امریکی غلامی کو قبول کرنے کا بدترین شاخسانہ ہے انھوں نے ایران کے اس الزام کو اشتعال انگیز اور خلاف واقعہ قرار دیا کہ ایران میں خودکش حملے میں ملوث گروہ کا تعلق پاکستان سے ہے۔

قوم قانون توہین رسالت کے تحفظ کے لیے اٹھ کھڑی ہو۔فرحان الحق حقانی

ملتان (پ ر) تحریک طلباء اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما محمد فرحان الحق حقانی نے گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے اس بیان پر کہ'' قانون توہین رسالت ختم ہونا چاہیے'' اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ پوری قوم قانون توہین رسالت کے تحفظ کے لیے اٹھ کھڑی ہو۔تاکہ منکرین ختم نبوت اور گستاخان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حوصلہ افزائی کرنے والے'' سازشی کونسل کے شرپسند شازشی عناصر کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جائے کہ دینی غیرت وحمیت کے جذبے سے سرشار مسلمانانِ پاکستان اور محبان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تحفظ عقیدہ ختم نبوت وقانون توہین رسالت میں ترمیم یا پھر اس کو غیر مؤثر یا ختم کرنے کی سازش وکوشش کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔

دار العلوم دیوبند سے انٹرنیٹ پر درسِ نظامی کی تعلیم

دار العلوم دیوبند سے متعلقہ علماء کرام نے دیوبند سے انٹرنیٹ پر درسِ نظامی کا پانچ سالہ نصاب ترتیب دیا ہے اور عربی زبان اور ترجمۂ قرآن کریم کی آن لائن کلاسوں کا پروگرام بنایا ہے جس کے مطابق انٹرنیٹ پر 25/ اکتوبر 2009ء سے آن لائن کورسز کا آغاز کر دیا گیا ہے تاکہ جو حضرات کسی مدرسہ میں باضابطہ تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ وہ اس سے استفادہ کر سکیں۔ اس سلسلہ میں مزید معلومات اس کی ویب سائٹ www.darululum.org سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ ماہنامہ ''الشریعۃ'' کی خصوصی اشاعت

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ کی حیات وخدمات پر ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ کی ''خصوصی اشاعت'' منظر عام پر آ گئی ہے جو اکابر علماء کرام اور ممتاز اصحابِ قلم کی نگارشات پر مشتمل ہے۔ اس کا ہدیہ تاجر حضرات سے 250 روپے ''الشریعۃ'' کے باقاعدہ خریداروں سے 300 روپے اور عام خریداروں سے 350 روپے ہے۔ مزید معلومات کے لیے حافظ محمد طاہر (0334-4458256) سے ہے۔ نیز امام اہل سنت کے افادات اور حیات وخدمات کے حوالہ سے ایک مستقل ویب سائٹ www.sarfrazsafdar.org کے عنوان سے قائم کر دی گئی ہے جس پر امام اہل سنت کے بارے میں ممتاز اہل قلم کی نگارشات کے علاوہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے دروسِ قرآن کریم بھی ان کی اپنی آواز میں

مسافرانِ آخرت

- حضرت مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلویؒ، انتقال: 13/ اکتوبر 2009ء
- شاہ بلیغ الدینؒ، انتقال: 11/ اکتوبر 2009ء
- پروفیسر عبدالجبار شاکر (انچارج شعبہ طباعت انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد) انتقال: 18/ اکتوبر 2009ء
- خوش دامن مرحومہ، شفیع الرحمٰن احرار، کراچی، انتقال: 2/ اکتوبر 2009ء
- جناب عاشق حسین مرحوم، (والد جناب نذر حسین، ملتان) انتقال: 19/ اکتوبر 2009ء

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دعاءِ مغفرت کا اہتمام فرمائیں۔
حق تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

جنت میں گھر بنائیے

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام
چیچہ وطنی کے زیر اہتمام

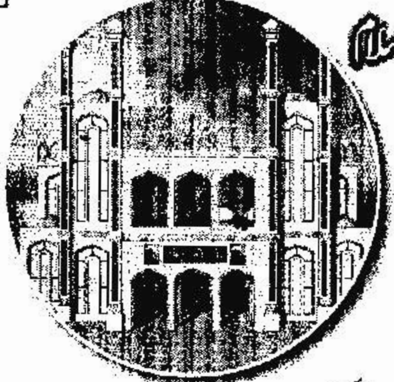

مرکزی مسجد عثمانیہ

تقریباً دو کنال رقبے پر مشتمل مسجد اور ملحقات تکمیل کے آخری مراحل میں ہیں اور بجلی کی وائرنگ کا کچھ کام ابھی باقی ہے۔ **45x60** کے مسجد کے ہال میں مستقبل میں ائرکنڈیشنڈ کے بڑے یونٹ لگانے کے لیے ابھی سے حسب ضرورت زمین دوز وائرنگ کا اہتمام کرلیا گیا ہے۔ اب تک تقریباً ساٹھ لاکھ روپے سے زائد خرچ ہو چکا ہے جبکہ رنگ روغن، بالائی حصے کے دروازے، ہال کے لکڑی کے مین دروازے، منبر و محراب کے کام سمیت متعدد متفرق کام ابھی باقی ہیں۔ جن کے لیے کم از کم تیس لاکھ روپے کا تخمینہ ہے جبکہ ائرکنڈیشنڈ کا خرچہ اس کے علاوہ ہے۔

مرکزی مسجد عثمانیہ مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کا یکے بعد دیگرے تیسرا مرکز ہے۔ جو اِن شاء اللہ تعالیٰ مستقبل میں اپنی شناخت اور نظریاتی و فکری کام خصوصاً عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے منفرد کردار ادا کرے گا۔ مسجد عثمانیہ کی تکمیل کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ چیچہ وطنی میں چوتھے مرکز احرار **"مسجد ختم نبوت اور ختم نبوت سنٹر"** رحمان سٹی ہاؤسنگ سکیم اوکانوالہ روڈ چیچہ وطنی کی تعمیر کا آغاز کیا جائے گا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے: ؎ ایں سعادت بزورِ بازو نیست

جملہ احباب و معاونین سے درخواست ہے کہ دعا اور تعاون جاری رکھیں

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر: **2324-9** نیشنل بینک جامع مسجد بازار چیچہ وطنی
اکاؤنٹ بنام: مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی

منجانب: انجمن مرکزی مسجد عثمانیہ (رجسٹرڈ) ای بلاک لوانکم ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی **0300-6939453**

کھانسی، نزلہ، زکام
کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرّب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی

سُعالین

مُفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سُعالین، گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد و خشک موسم یا گرد و غبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سُعالین لیجیے۔ سُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

جوشینا

تیار جوشاندہ

نزلہ، زکام، فلو اور اُن کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔
جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مُضر اثرات بھی دُور کرتا ہے۔
جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

لعوق سپستاں

نزلے زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔
اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔
ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے

صُدوری

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ بچوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید۔

شوگر فری صُدوری بھی دستیاب ہے۔

سُعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صُدوری۔ ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

ہمدرد

مدینۃ الحکمہ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے رہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک رہیے۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ بستانِ عائشہ

کی تعمیر شروع ہے

تین درس گاہیں، وضوخانہ اور طہارت خانے تعمیر ہو چکے ہیں۔ چھے درس گاہوں کی تعمیر باقی ہے۔

بانی
سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
قائم شدہ
1989

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

مخیّر حضرات

نقد رقوم، اینٹیں، سیمنٹ سریا بجری اور دیگر سامانِ تعمیر دے کر جامعہ کے ساتھ تعاون فرمائیں

- ★ 1989ء میں دارِ بنی ہاشم کے رہائشی مکان میں ایک معلّمہ سے بچیوں کی دینی تعلیم کا آغاز کیا گیا۔
- ★ مدرسہ میں شعبہ حفظ و ناظرہ، ترجمۂ قرآن و تفسیر اور فقہ کی تعلیم جاری ہے

فی کمرہ لاگت
3,00,000
(تین لاکھ روپے)

تخمینہ
30,00,000
(تیس لاکھ روپے)

نوٹ

اپنے عطیات ، زکوٰۃ وصدقات جلد از جلد عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ تاکہ جامعہ کا تعلیمی سلسلہ بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہ سکے۔ (جزاکم اللہ خیر)

رابطہ
061 - 4511961
0300-6326621

ترسیلِ زر
بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان
بذریعہ آن لائن: 2-3017-010 بینک کوڈ: 0165

الداعی الی الخیر
مہتمم
ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری جامعہ بستانِ عائشہ ملتان